ISSN 2395 - 1494

بیادگار: الحاج حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

OCTOBER - 2021

اکتوبر ۲۰۲۱ء -/25

اہلِ سنّت کا ترجمان

ماہنامہ کنزالایمان دہلی



بارہویں تاریخ

اے دعوتِ اسلامی تیری دھوم مچی ہے

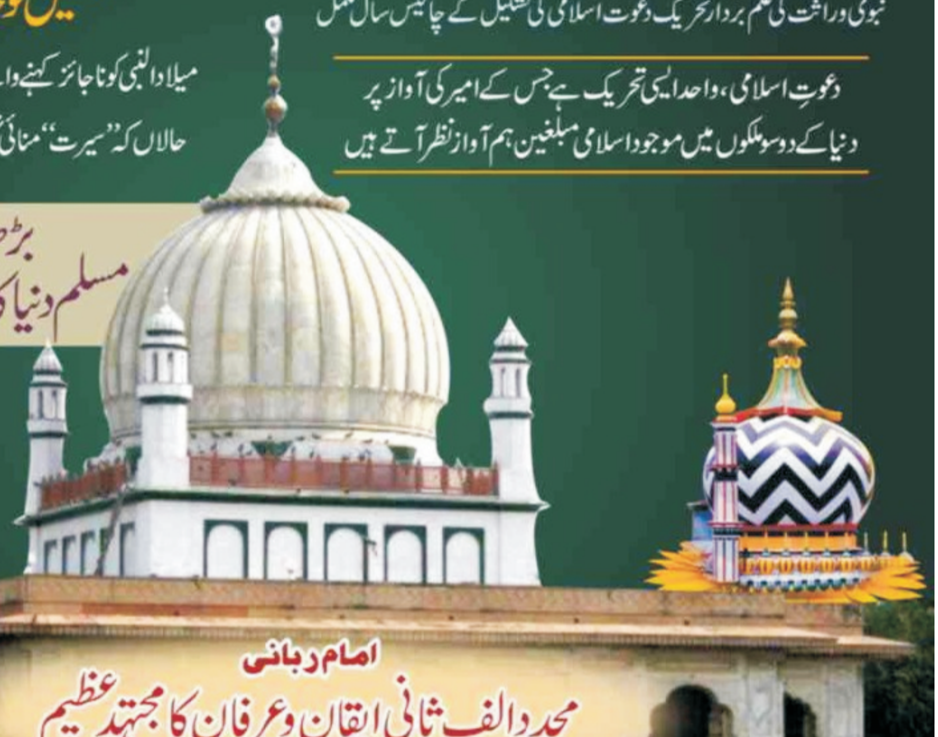
نبوی وراثت کی علم بردار تحریک دعوت اسلامی کی تشکیل کے چالیس سال مکمل

دعوتِ اسلامی، واحد ایسی تحریک ہے جس کے امیر کی آواز پر دنیا کے دوسو ملکوں میں موجود اسلامی مبلغین ہم آواز نظر آتے ہیں

ہمیں تو جان سے پیاری ہے

میلادالنبی کو ناجائز کہنے والے ''سیرت النبی'' منانے لگے حالاں کہ ''سیرت'' منائی نہیں جاتی بلکہ اپنائی جاتی ہے

بڑھتا ہوا الحاد مسلم دنیا کا سب سے بڑا چیلنج



امام ربانی مجدد الف ثانی ایقان وعرفان کا مجتہد عظیم

اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے • جبری جہیز نے محبت میں زہر گھول دیا

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

① شیخ عبد الحق محدث دہلوی	⑩ علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
② مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی	⑪ سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
③ علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	⑫ مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
④ علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی	⑬ مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
⑤ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی	⑭ علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
⑥ شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی	⑮ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
⑦ شاہ احمد سعید مجددی رام پوری	⑯ سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
⑧ علامہ فضلِ حق چشتی خیرآبادی	⑰ شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ
⑨ علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی	فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

اکتوبر ۲۰۲۱ء

جلد ۲۴ — شمارہ ۱۰

صفر المظفر / ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۵ روپے
سالانہ	۳۰۰ روپے
اعزازی	۵۰۰/
تاحیات	۱۰۰۰۰/
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

Published, Printed & On Behalf Of
Mohammed Qamruddin Razvi
Printed At : **Javed Press** 2096 Rodgran,
Lal Kuan, Delhi-06
Published From **Kanzul Iman Monthly**
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-06

ماہ نامہ کنز الایمان دہلی
آن لائن پڑھنے کے لیے لاگ اِن کریں
www.razvikitabghar.com

نوٹ رسالے سے متعلق کوئی بھی مقدمہ صرف دہلی کی عدالت میں قابلِ سماعت ہوگا۔ مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

Googlepay & Phonepay
7827420875
Contact-No.
9350505879

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ
ماہنامہ کنز الایمان دہلی
۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶
KANZUL IMAN MONTHLY
423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)
Ph:.23264524 Email.kanzuliman.delhi@gmail.com

آئینۂ کنزالایمان

دعوت و تبلیغ، اصلاح و ابلاغ اور تصنیف و تعلیم کی دنیا میں ۲۱ ویں صدی، دعوت اسلامی کی صدی ہوگی

اداریہ

نبوی وراثت کی علم بردار تحریک دعوت اسلامی کی تشکیل کے چالیس سال مکمل

اے دعوتِ اسلامی تیری دھوم مچی ہے

دعوت اسلامی، واحد ایسی تحریک ہے جس کے امیر کی آواز پر پوری دنیا کے دوسو ملکوں میں ایک ساتھ عمل ہوتا ہے

محمد ظفر الدین برکاتی★

ہم نے گزشتہ پندرہ بیس سالوں میں سیکڑوں ایسے مضامین پڑھے ہیں جن میں یہ آرزو دُہرائی گئی ہے اور ایسی منصوبہ بندی پر عملی توجہ دینے کی تمنا ظاہر کی گئی ہے کہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی ایک ایسی نمائندہ تنظیم و تحریک ہونی چاہیے جس کے قائد اور امیر کی آواز کا اثر پورے ملک میں یکساں ظاہر ہو لیکن ایسے مضامین کی حیثیت محض ایک ''اظہاریہ'' کی ہوتی ہے جو عمل کی برکتوں سے محروم ہوتا ہے، البتہ انفرادی طور پر قلمی خلوص سے انکار نہیں کر سکتے لیکن معجزہ اور کرامت کے سوا کوئی دوسری صورت ایسی آرزو کے پورے ہونے کی نظر نہیں آتی جب کہ اِسی برصغیر میں ۲ ستمبر کو ۱۹۸۱ء میں ایک ایسی تحریک شروع ہوتی ہے جس کا ویژن اور مقصد عظیم یہ ہے کہ ''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے''، جس کا نعرہ یہ ہے کہ ''ہر خوش عقیدہ سنی مسلمان اِس تحریک کا رکن ہے'' اور تحریک سازوں کی ہرگز یہ تمنا نہیں تھی کہ اِس کے امیر کا اثر پورے برصغیر یا پوری دنیا میں دِکھائی دے لیکن امیر ساز بانیانِ تحریک کی نیت میں خلوص اور منتخب امیر کے کردار و گفتار میں خلوص تھا جس کا لازمی نتیجہ آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ اِس تحریک کے امیر کی آواز پر دوسو ملکوں میں اُس کے اسلامی مبلغین ہم آواز نظر آتے ہیں، ۹۲ شعبے حرکت میں آجاتے ہیں، ۶۶ ملکوں میں (باضابطہ تحریک کی زمینوں پر تعمیر بلند عمارتوں میں واقع) دعوتی مراکز میں بھی جس کی آواز سنی جاتی ہے اور کردار بن کر ظاہر ہوتی ہے اور ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی دھڑکن بن جاتی ہے۔

وہ عالم گیر آواز، عالم گیر دعوتی تحریک ''دعوت اسلامی'' کے امیر مولانا محمد الیاس عطاؔر قادری کی آواز ہے۔ اللہ سلامت رکھے۔ آمین

اِس مخلص داعی اور مبلغ امیر کی کامیاب امارت کے بھی آج ۲ ستمبر ۲۰۲۱ء کو چالیس سال مکمل ہو گئے۔ یہ ہماری اپنی معلومات کے تناظر میں لیا گیا جائزہ ہے جس سے آپ کا اتفاق ضروری نہیں لیکن یہ تاریخی سچائی ہے جس سے آنکھیں بند کرنا ممکن نہیں کہ دعوت اسلامی اپنے قیام اور تشکیل کے دن سے ہی عملی تحریک رہی ہے اور بڑی خوش نصیب تحریک ہے کہ اُسے پہلے دن سے ہی ایک مخلص امیر میسر ہے جس نے عاشقانہ انداز میں دعوت اسلام کی قائدانہ امارت کا عالمانہ فریضہ خوب صورتی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ سبھی مبلغین کو سلامتی عطا فرمائے تاکہ تادم حیات وہ اپنے منصبی فرائض کے باقی تقاضے بھی پورا کرنے میں کامیاب ہوں۔

اب دل یہ کہتا ہے کہ ایسی کامیاب اور عالم گیر دعوتی تحریک کے بانیان کی روحوں کو خراج عقیدت پیش کریں جنھوں نے اپنے حسن انتخاب کا خوب صورت نمونہ، دعوت اسلامی کے امیر کی شکل میں سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کو پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کو علامہ ارشد القادری قائد اہل سنت، علامہ شاہ احمد نورانی مبلغ اسلام، مفتی ظفر علی نعمانی مفتی اہل سنت، علامہ سید احمد سعید کاظمی غزالی زماں اور مفتی عبد المصطفیٰ اعظمی ازہری شہزادۂ صدر الشریعہ جیسے خیر خواہ علمائے دین مزید عطا فرمائے جنھوں نے ملت اسلامیہ کو ''دعوت اسلامی'' جیسی کامیاب اور منصوبہ بند عالم گیر تحریک عطا کی۔ اِسی خوش گوار طبیعت کے ساتھ ہم دعوت اسلامی کے مخلص اور کامیاب امیر حضرت مولانا محمد الیاس عطاؔر قادری صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، ساتھ ہی اس کے نگراں الحاج محمد عمران عطاری صاحب اور کلیدی حضرات عزت مآب عبید رضا عطاری صاحب، الحاج عبد الحبیب عطاری صاحب اور حضرت مفتی محمد قاسم قادری صاحب کو بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں جو دعوت اسلامی کے ۹۲ شعبوں کے ارباب حل و عقد ہیں جنھوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دعوت اسلامی کے چالیس سال مکمل ہونے پر شجر کاری کے ذریعہ ماحول کو خوش گوار بنا کر خوشیوں کا مظاہرہ کریں جسے ذاتی طور پر ہم بہت زیادہ

پسند کرتے ہیں کہ خوب درخت اور پودے لگائے جائیں۔

بھارت اور پاکستان کے موقر علمائے دین، نامور اساتذۂ کرام اور مفکرین اسلام کی دعوتی فکر وتدبر اور مبلغ اسلام کی روحانیت کے نتیجے میں ۲ ستمبر ۱۹۸۱ء کو کراچی کے دار العلوم امجدیہ سے شروع ہونے والی تحریک دعوت اسلامی ایک ایسی عملی تحریک ہے جس نے ۱۹۹۶ء میں اپنا دعوتی ویب سائٹ بنالیا تھا، دعوتی منصوبہ بندی کے تحت جس نے سب سے پہلے اپنا خود کفیل مواصلاتی نظام تیار کیا پھر ۲۰۰۹ء میں اشتہارات اور موسیقی سے آزاد مدنی چینل شروع کر دیا جس نے آف لائن نظام تعلیم وتربیت کے ساتھ اپنے دینی اداروں میں سب سے پہلے منصوبہ بند آن لائن تعلیمی وتربیتی نظام کی ابتدا کی اور بہت سے منصوبوں کے لئے اپنا خود کفیل ایپ بھی بنایا۔ آج دعوت اسلامی کے ہر مبلغ کے پاس درود پڑھتا ہوا ''قطب نما'' دستیاب رہتا ہے اور تبلیغی ضرورت کے بہت سے اپنے ایپ ہیں جو دعوت اسلامی کے مبلغین اور ملازمین کے موبائل اور کمپیوٹر سسٹم میں موجود ہوتے ہیں جو باقی اداروں میں نہیں دیکھے جاتے۔

ہماری معلومات کے مطابق سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت میں دعوت اسلامی نے جس طرح جدید ذرائع ابلاغ کو دین وسنیت اور فلاح ملت کے لئے کار آمد بنایا ہے، اُس طرح شاید ہی کسی نے استعمال کیا ہے۔

پوری دنیا میں مکتب، مدرسہ، اسکول، دار العلوم اور جامعہ ہر سطح پر دعوت اسلامی نے تعلیم وتربیت کا جدید ترین نظام قائم کیا ہے اور ماہر تجربہ کار علمائے دین کے تجویز وتیار کردہ نصاب ونظام تعلیم کے مطابق فیضان مدینہ، مدرسۃ المدینہ، دار المدینہ اور جامعۃ المدینہ کے نام سے پوری دنیا میں ہزاروں دینی اور عصری تعلیمی وتربیتی ادارے قائم کیے ہیں جو بے مثال بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔ ۲۰۱۳ء میں دار المدینہ انٹرنیشنل یونیورسٹی بنانے کا فیصلہ ۲۰۱۸ء میں یقین کی زمین پر آ گیا جب سندھ کی حکومت نے یونیورسٹی کے لئے ۱۵۰، ایکڑ زمین دعوت اسلامی کو عطیہ میں دیا۔

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارہ مکتبۃ المدینہ کو بہت قریب سے ہم نے دیکھا ہے جو حیرت انگیز کامیابی سے ۴۳ زبانوں میں دینی، تعلیمی اور تدریسی کتابوں کی طباعت واشاعت کی خدمت انجام دے رہا ہے، اس کا شعبہ ترجمہ بھی ۴۳ زبانوں میں دینی کتابوں کے تراجم پیش کرنے کی تاریخ لکھ رہا ہے جس کا ہم نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ان میں سے تین زبانوں کے نام بھی ہم نے دعوت اسلامی کے وسیلے سے سنا ہے۔

ہم نے مکتبۃ المدینہ کو بھی دیکھا ہے بلکہ روزانہ دیکھتے ہیں، اس کے مدنی مدارس کو بھی دیکھ رہے ہیں اور نصابی درسی کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں، اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دعوت وتبلیغ کے ساتھ تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی دعوت اسلامی اِس قدر ترقی پانے والی ہے کہ ۲۱ ویں صدی دعوت اسلامی کی صدی ہوگی۔

آپ جانتے ہیں کہ دعوت اسلامی کے ہر مرکزی مقام کو ''فیضان مدینہ'' کہتے ہیں، ہر تعلیمی درس گاہ کو ''مدنی مرکز'' کہتے ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تعلیمی مراکز، نونہالان اسلام، نوجوانوں اور عورتوں کے لئے ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں اور اپنے طے شدہ منہاج ومعیار کے مطابق کامیابی سے چل رہے ہیں۔ ان کے لئے آمدنی کا ایک بہترین ذریعہ ''مدنی بکس'' ہے جس کو آپ ہر شہر کی مسلم دکانوں پر دیکھ سکتے ہیں جہاں دعوت اسلامی کے تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ ہمارے ''برکاتی بک سینٹر'' قادری مسجد میں بھی یہ بکس رکھا ہوا ہے جسے کھولنے کے لئے ہر ماہ دعوت اسلامی کا نمائندہ آتا ہے اور (خود تجویز کردہ) دوکان نمبر کے ساتھ دوکان دار کے نام ونمبر کو برآمد رقم کے ساتھ نوٹ کر کے لے جاتا ہے۔

سیاست کی دنیا سے الگ ''کابینہ'' کا لفظ ہم نے سب سے پہلے دعوت اسلامی کے مبلغین سے سنا، حیرت بھی ہوئی اور جب ہم نے تنظیمی نظام کو دیکھا تو خوشی بھی ہوئی کہ جس جماعت کے پاس کوئی نمائندہ سیاسی اور سماجی تحریک نہیں جس کا تنظیمی ڈھانچہ تحریری اور عملی نظام کے تحت موجود ہو، اُسی جماعت کے پاس ایک ایسی عالمی تحریک ہے جس کے پاس قومی اور عالمی سطح کا تنظیمی اصولی ڈھانچہ موجود ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ یہ سیاسی نوعیت کی سماجی تحریک نہیں بلکہ فلاحی نوعیت کی سماجی تحریک ہے جس کا عملی سیاست اور تردیدی تحریر وتقریر سے کوئی تعلق نہیں، اس نے قرآن وسنت کی تعلیمات اور پیغمبر اسلام کی سنتوں کو عام کرنے کے لئے قرآن وسنت کی روشنی میں ہی اپنا دعوتی، اصلاحی، فلاحی اور تعلیمی صراط مستقیم بنا رکھا ہے، اسی کے مطابق اپنی روش پر گامزن ہے۔ مزید خوبیاں دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ نیکی کی دعوت کے لئے نکلنے والے مدنی قافلہ اور مدنی تربیت گاہ میں پہنچ کر دیکھ سکتے ہیں۔ گونگے بہرے اور اندھے افراد میں دعوتی اور تعلیمی کام کرنے والی بھی ہمارے پاس یہی ایک تحریک ہے، اسی لئے ہمیں بھی دعوت اسلامی سے پیار ہے۔

z.barkati@gmail.com

انوارِ قرآن

ہمیں تو جان سے پیاری ہے بارہویں تاریخ

میلاد النبی کو ناجائز کہنے والے ''سیرت النبی'' منانے لگے حالاں کہ ''سیرت'' منائی نہیں جاتی بلکہ اپنائی جاتی ہے

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی★

عید میلاد النبی کو ناجائز کہنے اور اُس کے خلاف مہم چلانے والوں کو اپنے مکتب فکر کے علما کے فرمودات و معمولات کا مطالعہ ایک بار سچے دل سے ضرور کر لینا چاہیے۔ **المنجد** میں لفظ **العید** کے سامنے درج ہے:

''ہر وہ دن جس میں کسی بڑے آدمی یا کسی بڑے واقعے کی یاد منائی جائے۔ کہتے ہیں کہ عید کو اس لئے عید کہتے ہیں کہ وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔'' (ص ۸۵۲، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علمی اردو لغت میں ہے ''عید۔ لغوی معنی جو بار بار آئے۔ تیوہار، جشن، خوشی کا دن۔'' (ص ۱۰۲۷، مطبوعہ علمی کتب خانہ۔ لاہور)

ہر مومن بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے برابر تو کیا کوئی اُن کے مثل بھی نہیں۔ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد ہے: **لَوْ لَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ**۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہ بناتا تو اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔ بلاشبہ میرے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعث تخلیق کائنات ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس کائنات میں مجسم ہو کر تشریف آوری سب سے اہم اور بڑا واقعہ ہے۔ ان کی ولادت کی خوشی اور جشن کو ''عید میلاد النبی'' کہا جاتا ہے۔ عید میلاد النبی سب سے بڑی عید ہے اور تمام عیدیں اسی عید کا صدقہ و طفیل ہیں کیوں کہ وہ نہ ہوتے تو نہ عید الفطر ہوتی نہ ہی عید الاضحیٰ ہوتی، نہ ہی کوئی عید منانے والا ہوتا۔

لفظ ''میلاد'' بھی عربی ہی کا لفظ ہے۔ المنجد میں **المیلاد** کے سامنے درج ہے ''پیدائش کا وقت'' (ص ۱۳۹۶) عربی میں برتھ سرٹیفکیٹ کو **شهادة میلاد** کہتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ پیدا ہونے کا تصور ہی مخلوق کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ خالق ہے اور اس کی شان ہے: **لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ**۔ یوں واضح ہو گیا کہ میلاد منانے والے لوگ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخلوق مانتے ہیں ورنہ میلاد نہ مناتے۔ میلاد منا کر وہ یہی اعلان و اظہار کرتے ہیں کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ''عبد مقدس'' جانتے مانتے ہیں۔ میلاد شریف کا لفظ ہر اُس محفل و مجلس پر بھی بولا جاتا ہے جس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا بیان اور اُن کا مبارک ذکر ہو۔ اہلِ ایمان ماہ ربیع الاول میں بالخصوص اور سال بھر بالعموم محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں بلکہ اپنی ہر خوشی میلاد شریف منا کر شروع کرتے ہیں۔

نبی کا یوم ولادت کس قدر مبارک اور اہم ہے اس کا اندازہ قرآنِ کریم کی اِس آیت سے کیا جائے: **وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ**۔ سلام ہو اُس پر جس دن پیدا ہوا۔ (مریم: ۱۵) سورۂ ابراہیم کی آیت ۵ میں ہے: **وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ**۔ یاد دِلاؤ اُنہیں اللہ تعالیٰ کے دن۔

اس کی تفسیر میں تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خاص انعامات فرمائے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل اور سب سے بڑی نعمت ہیں اور ان کی تشریف آوری کا دن ایامُ اللہ میں سب سے اہم دن ہے۔ قرآن کریم ہی میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا کرنے کا واضح بیان ہے: **وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** (سورہ ضحیٰ: ۱۱)

قرآن کریم ہی میں ارشاد ربّانی ہے: **قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ**۔ اے حبیب! آپ فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت (ملنے) پر ضروری ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے (جو وہ جمع کرتے ہیں)۔ (سورہ یونس: ۵۸) قرآن کریم میں ہے: **فَاذْكُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ** (اعراف: ۶۹) پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نعمتوں کا مصدر ہیں اور نعمت عظمیٰ ہیں ان کی یاد بلاشبہ دارین کی فوز و فلاح کا موجب ہے۔

اشرف علی تھانوی سورۂ یونس کی ایک آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اِس آیت میں یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ الخ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اصل شے خوشی کی اور مابہ الفرح والمنت یہ ہے کہ حضور (ﷺ) ہمارے لئے سرمایۂ ہدایت ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور (ﷺ) کے متعلق خوش ہونے کی بہت سی چیزیں ہیں مثلاً حضور کی ولادت اور حضور کی بعثت اور حضور کے دیگر تمام حالات مثلاً معراج وغیرہ۔ یہ سب حالات واقعی خوش ہونے کے ہیں لیکن اس حیثیت سے کہ ہمارے لئے یہ مقدمات ہیں ہدایت و سعادتِ ابدی کے۔ چناں چہ اس سے صاف ظاہر ہے اس لئے بعثت کے ساتھ یہ صفات بھی بڑھائی ہیں: یتلوا علیهم ایته ویزکیهم الخ پس یہ قاعدۂ بلاغت ثابت ہوتا ہے کہ اصل مابہ المنت یہ صفات ہیں باقی ولادت شریفہ فی نفسہا یا معراج وہ باعث خوشی زیادہ اسی لئے ہیں کہ مقدمات ہیں اس دولت عظیمہ کا، اس لئے کہ اگر ولادتِ شریفہ نہ ہوتی تو ہم کو یہ نعمت کیسے ملتی۔''

(مواعظ میلاد النبی: ص۸۷، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

رسالہ ''جمعہ کے فضائل واحکام'' کے ص ۴ (مطبوعہ اسلامی کتاب گھر، کراچی) پر اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ

''امام احمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: شب جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے بعض وجوہ سے اس لئے کہ اس شب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم طاہر میں جلوہ افروز ہوئے اور حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تشریف لانا اِس قدر خیر و برکت دنیا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔''

(اشعۃ اللمعات فارسی، مشکوۃ شریف)

تھانوی صاحب، حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھ رہے ہیں کہ جس شب میں رحمۃ للعالمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک میں جلوہ افروز ہوئے وہ شب کوئی عام شب نہیں بلکہ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے اور اِس قدر افضل ہے کہ (لیلۃ القدر کی فضیلت تو ہزار ماہ سے بہتر ہے مگر) اس شب کی فضیلت اور مرتبہ کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ''قدیم طریقے کے موافق بارہ ربیع الاول (یوم میلاد مصطفی) کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آں حضرت ﷺ کی نیاز کی چیز (شیرینی، کھانا وغیرہ) تقسیم کی اور آپ (ﷺ) کے بال مبارک کی زیارت کروائی۔ تلاوت کے دوران (مقرب فرشتے) ملاء اعلی (محفل میلاد میں) آئے اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی روح مبارک نے اس فقیر (شاہ ولی اللہ) اور میرے دوستوں پر نہایت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلی (مقرب فرشتے) اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت (التفات نبوی کی برکت سے) ناز و نیاز کے ساتھ بلند ہو رہی ہے اور (محفل میلاد میں) اس کیفیت کی برکات نازل ہو رہی ہیں۔''

فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ نے مکہ مکرمہ میں مولد رسول میں اہل مکہ کا میلاد شریف منانا اور انوار و برکات کا دیکھنا بھی نقل کیا ہے۔ خاص تاریخ کے تعین کے ساتھ میلاد شریف منانے اور میلاد شریف منانے کی برکتیں پانے کا یہ تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب القول الجلی ص ۷۴ میں تحریر فرمایا:

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ انہیں روزانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ وہ شب میلاد شریف کے بارے میں اپنی کتاب ماثبت من السنہ (مطبع قیومی، کان پور، اگست ۱۹۳۳ء) کے ص ۸۲ پر فرماتے ہیں ''اگر ہم یہ کہیں کہ حضور ﷺ رات کو پیدا ہوئے تو وہ رات لیلۃ القدر سے بلا شبہ افضل ہے کیوں کہ ولادت کی رات تو حضور ﷺ کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا ہوئی اور چیز بسبب ظہورِ ذات مشرف کے مشرف ہوئی ہے وہ اس چیز سے زیادہ مشرف ہے جو کہ اس کو عطا ہونے کی وجہ سے مشرف ہوئی ہو، اور اس لئے کہ شب قدر تو اس واسطے مشرف ہے کہ اس میں فرشتے اترتے ہیں اور ولادت کی رات میں حضور ﷺ کے ظہور کا شرف ہے اور اس لئے شب قدر کی فضیلت امت پر ہے اور ولادت کی رات کو تمام موجودات پر فضیلت ہے۔ پس نبی پاک ﷺ وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام عالمین کی رحمت کے واسطے بھیجا ہے اور ان کے سبب تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوقات پر اللہ کی نعمت پوری ہوئی ہے۔''

ابن جزری کہتے ہیں کہ جب عیسائی (اہل صلیب) اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو بڑی عید مناتے ہیں تو اہل اسلام کو اہل صلیب سے زیادہ اپنے نبی کریم ﷺ کی تکریم کرنی چاہیے۔ میں کہتا ہوں چوں کہ اس بات پر یہ سوال ہوتا تھا کہ ہم اہل کتاب کی مخالفت پر مامور ہیں اور

شیخ ابن جزری سے اس سوال کا جواب منقول نہیں تھا تو امام سخاوی جواباً فرماتے ہیں بلکہ مشائخ اسلام کے شیخ اور اماموں کے امام ابوالفضل ابن حجر سے جو بڑے معتبر استاد ہیں، اللہ اُن کو غریق رحمت اور ساکن جنت رکھے۔ میلاد شریف منانے کی ایک اصل ثابت ہے جس سے ہر ایک دانا اور ذی علم استناد کرسکتا ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ جو صحیحین (بخاری و مسلم) سے ثابت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ وہ یوم عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں، یہود سے وجہ دریافت کی تو یہود نے کہا کہ یہ (یوم عاشورا) وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو دریا میں غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی، پس ہم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے اس دن روزہ رکھتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون سے نجات پانے کی خوشی کرنے کا تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں چناں چہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیا کہ وہ اس دن روزہ رکھیں اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ سال بشرط زندگی نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کی موافقت کی اور ثانیاً آپ نے یہود کی مخالفت کی (دس محرم کے ساتھ نو محرم کا روزہ بھی رکھا) تاکہ صورت مخالفت کا بھی تحقق ہو جائے۔ شیخ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا (خوشی کرنا) مستفاد ہوتا ہے ایسی بات پر جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا ہے (معیّن دن میں) خواہ وہ چیز عطائے نعمت کی قسم ہو یا دفع مصیبت ہو۔''

(الدر المنظم: ص ۱۱۴ مطبوعہ مجتبائی، دہلی)

اپنی کتاب الدر الثمین میں حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

''میرے والد ماجد (حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھ کو بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا۔ ایک سال سوائے بھنے ہوئے چنوں کے کچھ میسر نہ آیا تو وہی چنے لوگوں میں تقسیم کر دیے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس ہدیے پر بہت خوش ہیں۔''

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال (میلاد شریف) منعقد کرتا ہوں اور قیام (کھڑے ہو کر سلام پڑھنے) میں لطف و لذت پاتا ہوں۔''

(فیصلہ ہفت مسئلہ: ص ۵، مطبع مجیدی کان پور، دسمبر ۱۹۲۱ء)

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناتے ہوئے چراغاں کرنا، پرچم لہرانا، درود وسلام کی وجد آفریں صدائیں بلند کرنا ہرگز بدعت نہیں، اللہ تعالیٰ کی سنت ہیں۔ علمائے دیوبند کی مصدقہ کتاب الدر المنظم میں مولانا شیخ عبدالحق محدث الہ آبادی نے تفصیل سے چوتھے باب میں ان تمام روایتوں کو بھی نقل کیا ہے جو میلاد مصطفی کے وقت ظاہر ہونے والے واقعات پر مشتمل ہیں۔ ان روایتوں کے مطابق ''میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت آسمان کے تارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی چھت پر سمٹ آئے اور فرشتوں نے بیت اللہ شریف اور مشرق و مغرب میں پرچم لہرائے اور ساری فضا میں حوریں اور فرشتے دست بستہ کھڑے درود وسلام کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ فرشتوں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور بے پناہ خوشی کی۔ جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک باد دی۔ کعبۃ اللہ نے جھک کر سلامی کا ہدیہ پیش کیا۔ اہل باطل کے دیے بجھ گئے اور نورِ حق نے ہر سمت اجالا کر دیا۔''

(الدر المنظم: ص ۵۴، ۶۲، ۶۷/۹۱ مواہب لدنیہ: ص ۵۷ مولد العروس: ص ۳، ۷، ۲۶ شواہد النبوۃ: ص ۵۵/ سیرۃ حلبیہ: ص ۹۴ خصائص کبری: ص ۴۵، ج ۱/ زرقانی: ص ۱۱۲، ۱۱۶، ج ۱)

آمد کے بعد آمد کا ذکر بھی سنت ربّانی ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (سورۂ توبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جنہیں بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنا احسان ظاہر فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔

رسولِ پاک کا ذکر اُن کا خالق و مالک ان کو عطا فرمائے ہوئے محاسن و محامد کے ساتھ تعظیم و تکریم سے فرماتا ہے۔ ہمارے لئے حکم ہے کہ ہم انہیں جب بھی پکاریں ادب اور تعظیم سے پکاریں۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے آداب خود خالق کائنات نے تعلیم فرمائے ہیں۔ ان کی محبت اور اطاعت اور تعظیم و توقیر کے بغیر ایمان کا تصور ہی نہیں۔ ان کی آمد کی خوشی منانا بلاشبہ بہت مبارک اور سعادت ہے۔

عید کا لفظ بھی قرآن کریم میں بیان ہوا۔ سورۃ المائدہ میں ہے:

اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیداً لاولنا وآخرنا۔ اے اللہ! ہمارے رب ہم پر آسمان سے

خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوانِ نعمت کے نزول کے دن کے لئے ''عید'' ہونے کی بات کررہے ہیں اس سے اندازہ کیا جائے کہ نعمت عظمی، جانِ رحمت، صاحب فضل عظیم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا دن کتنی بڑی عید ہے۔ بخاری شریف میں درج پہلی حدیث شریف میں ارشادنبوی ہے: **انما الاعمال بالنیات**۔ بے شک اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں، اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ محبت واخلاص، تعظیم وتکریم اور عقیدت کے ساتھ ہی میلاد شریف منایا جاتا ہے اور اس کے انعقاد کا مقصد بھی نیکی وبھلائی اور خیر کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جائز، نیک اور مستحب کام کو غلط یا برا کہنا بلاشبہ سنگین فعل ہے۔ منکرین میلاد یہ کہتے ہیں کہ اصحاب نبوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس طرح عید میلاد نہیں منائی تو ہم کیوں منائیں؟ اس کے جواب میں ان سے عرض ہے کہ کیا یہ لوگ صرف وہی کام کرتے ہیں جو اصحاب نبی نے کیے؟ یقینا ایسا نہیں پھر یہ اعتراض صرف میلاد منانے پر کیوں کیا جاتا ہے؟ دین اور نیکی سمجھ کر سینکڑوں کام ایسے کیے جاتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کیے۔

منکرین میلاد سے عرض ہے کہ وہ ذمہ داری اور دیانت داری سے بتائیں کہ کیا واقعی یہ کوئی دلیل یا قانون ہے کہ جو کام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کیا، وہ کیا ہی نہیں جاسکتا؟ جب ایسا کوئی قانون اور دلیل ہے ہی نہیں تو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے پر اس اعتراض کو اُن کی جہالت اور عناد کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے؟ اصحابِ نبوی بھی میلاد مناتے رہے۔ ملاحظہ ہو:

التنویر فی مولد البشیر اور الدر المنظم ص ۹۵ میں احادیث نقل کی گئی ہیں ''حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن اپنے گھر والوں کے سامنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات ولادت بیان فرمارہے تھے اور خوشی وشادمانی کا اظہار کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لا رہے تھے اور رسولِ پاک ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے تھے، اچانک رسولِ کریم ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا تمہارے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔''

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ میرا گزر حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف ہوا، ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے خاندان اور بیٹوں کو رسولِ پاک ﷺ کے واقعات ولادت سکھا اور سنا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (بارہ ربیع الاول، پیر کا دن) رسولِ پاک ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں اور تمام فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا کرتے ہیں اور جو شخص تمہارا سا کام کرے گا وہ تمہارا ہی سا مرتبہ پائے گا۔''

سیرت وتاریخ کی کون سی کتاب ہے جس میں میلادِ مصطفی کے واقعات موجود نہیں؟ میلادِ پاک کی احادیث اور واقعات قلم سے لکھنا اور شائع کرنا تو جائز ہو مگر زبان سے بیان کرنا غلط قرار دیا جائے، ایں چہ بوالعجبی است! عمارات اور اداروں کا مدت شمار کرکے جشن منایا جائے، ہر طرح تشہیر کی جائے اور اُسے رواجانا جائے مگر میلاد شریف کی محافل ومجالس پر اعتراض کیا جائے تو یہ کس قدر ظلم ہوگا۔ ہیئت کذائی کے حوالے سے جناب رشید احمد گنگوہی کے شاگرد علامہ سید حمزہ دہلوی لکھتے ہیں:

''جب یہ مجلس (میلاد شریف) اُمورحسنہ سے مرتب ہوئی تو اُس کی ہیئت کذائی **مَالَيْسَ مِنْهُ** کے قبیل سے نہ ہوئی بلکہ مثل تدوین کتب احادیث وبنائے مدارس وایجادِ علوم الٰہیہ کے ہوئی اور یہ مجلس مطہر فعل خیر۔ جب بریانی کا طباق سامنے آتا ہے تو ہم لوگ اس کی ہیئت کذائی پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ جھٹ پٹ آستین چڑھا کر کلیہ **كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ** میں داخل کر لیتے ہیں پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مجموعہ حسنات کو بھی **وَاعْمَلُوا صَالِحًا** کے تحت میں داخل کہیں۔''

(**الدر المنظم**: ص ۱۴۹) مزید لکھتے ہیں:

''مجلس مقدس مولود عبادت مجموعہ امورِ خیر سے ہے جیسا کہ کتب معتبرہ اس پر شاہد ہیں اگر کوئی اپنی جہالت یا ہوائے نفسانی سے اس میں کچھ خرابی ملادے تو اس شخص کے فعل کی وجہ سے (میلاد شریف کی) یہ مجلس مقدس علی الاطلاق خراب نہ کہلائے گی جس طرح نماز جو شارع کی مامور بہ اور فعل حسن ہے، کسی نمازی کے خرابی مختلط کرنے سے بد نہ بن جائے گی۔''

قاعدہ شرعی ہے کہ دلیل، حرمت کے لئے ہوتی ہے، حلّت کے لئے نہیں یعنی جو کام یا چیز منع کرنی ہو اُس کی ممانعت ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہوگی اور جس کام یا چیز کی ممانعت نہیں وہ بجائے خود جائز ہے۔ علاوہ ازیں کسی چیز یا کام کا عدم وجوب (واجب وضروری

نہ ہونا) یا عدم منقول (تحریر میں نہ ہونا) اس کے عدم جواز (ناجائز ہونے) کی دلیل نہیں ہوتا۔قرآن واحادیث میں کہیں عید میلاد النبی منانے کی ممانعت مذکور نہیں بلکہ جواز ثابت ہے۔

انسان اول حضرت آدم علیہ السلام ابھی مرحلہ آب وگل میں ہیں کہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبۂ نبوت ہی نہیں بلکہ خاتم النبین کے اعزاز سے مشرف ہو چکے۔نشر الطیب میں اشرف علی تھانوی رقم طراز ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت ''چودہ ہزار سال'' قبل آدم تو متحقق ہو چکے اُس سے زیادہ برسوں کی روایت ملےتو وہ بھی بے شبہ قابل تسلیم ہوگی۔''

روایات شاہد ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ میدانِ عرفات میں قبول ہوئی۔اس مقام پر بلند ستون آج بھی یادگار ہے۔جبلِ رحمت کے اطراف آج بھی ہر سال اہلِ ایمان کا ہجوم اس یادگار کو قائم رکھے ہوئے ہے۔وقوفہ عرفہ،فریضہ حج کا رکنِ اعظم ہے۔وہاں سبزہ کے تخت نہیں بچھے ہوئے،گل وثمر کے شجر نہیں جو کوئی خوش نما سماں پیش کرتے ہوں،یخ بستہ ہوائیں نہیں،دل لبھانے اور جی بہلانے کے دل فریب مناظر نہیں مگر چہار سمت سے ہر سال صرف صبح سے شام تک وہاں آسائشوں کے بغیر وقوف کے لئے ہر صاحب ایمان پہنچنے کو بے تاب مثل ماہی بے آب رہتا ہے،سفر کی صعوبت برداشت کر کے،زرِ نقد وافر خرچ کر کے مدتوں دعائیں،آرزوئیں کر کے گریہ زاری،عاجزی وانکساری کر کے منت مرادیں مان کے وہاں پہنچنا۔ان سب کو کیوں اتنا محبوب ہے؟ وہاں کے ذکر پر اُن کے دل کیوں مچل جاتے ہیں؟ آنکھیں کیوں ڈوب جاتی ہیں،زبانیں کیوں نغمہ سرا ہو جاتی ہیں؟

ہر کسی کو خبر ہے کہ حضرت آدم وحوا ہزاروں برس پہلے وہاں جمع ہوئے تھے اب وہ اپنی مبارک قبروں میں اپنی حیات کے ساتھ آرام فرما ہیں،کیا یہ سب عقل وشعور نہیں رکھتے،کیا اُنہیں اپنی خود اختیار دیوانگی پر کوئی ندامت یا اُس کا احساس ہوتا ہے؟ زندگی کے باقی ایام میں اعلیٰ پوشاکیں زیب تن کرنے والے اس دن بے سلے دوشالے پر کیوں اکتفا کر لیتے ہیں؟ کتنی ہی آسائشوں کو اُس دن کیوں خیر باد کہہ دیتے ہیں؟ یہ سب رنگ ونسل،علاقہ وزبان،ذات پات وغیرہ کے ہر امتیاز وتعارف سے بالا ''ایک'' ہو جانے والے کس کی اداؤں کی پیروی کرتے ہیں؟ اس مقام کو کیوں اتنا مبارک جانتے ہیں؟ وہاں کی جانے والی دعا کو کیوں اتنی اہمیت دیتے ہیں؟ کسی اور عبادت کی ادائی پر اُس کی نسبت کو اپنے نام کا حصہ نہ بنانے والے وقوف عرفہ کرنے کے بعد تمام عمر ''حاجی'' کیوں کہلواتے ہیں؟ یہ ماجرا کیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ''جمعہ'' کے دن ہوئی۔یہی دن ان کی وفات کا بھی ہے مگر ولادتِ آدم کے سبب ''جمعہ'' کا دن مومنوں کے لئے رہتی دنیا تک ''عید'' کا دن ہو گیا۔حضرت آدم علیہ السلام صرف ایک ہی بار پیدا ہوئے مگر ہر جمعہ کے دن ان کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے،مومن عبادت گاہوں میں جمع ہوتے ہیں اور حضرت آدم کے خالق کی عبادت کرتے ہیں۔وہ لمحہ جس میں تخلیق آدم ہوئی وہ دعا کی قبولیت کا لمحہ قرار پایا۔شریعت میں وفات کا سوگ صرف تین دن تک روا ہے مگر ولادت کی خوشی کو دوام بخشا گیا ہے۔جب حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت کی خوشی ہر جمعہ منائی جاسکتی ہے اور ان کی ولادت کا دن ''عید'' کا دن ہے تو جن کے صدقے میں حضرت آدم علیہ السلام معرض وجود میں آئے اس ذات بابرکت کی ولادت کا دن کائنات کے لئے سب سے بڑی خوشی کا دن کیوں نہیں ہوسکتا؟ اس دن کی خوشی ہر سال ہر ہفتے بلکہ ہمہ وقت کیوں نہیں منائی جاسکتی؟

اہل حق کا یہی موقف ہے کہ جس شب اور جس دن کو ولادتِ مصطفی سے نسبت ہے وہ دن اور رات ہر لیل ونہار سے ہر طرح افضل واعلیٰ اور اکرم واشرف ہے۔یہ بھی اعجاز ہے کہ ولادتِ مصطفی کے لئے اس ساعت کا انتخاب ہوا جو رات اور دن ہر دو کو شامل ہے۔اسے بے پایاں نعمت کہیے کہ وہ ساعت رہتی دنیا تک ''سہانی گھڑی'' اور قبولیت کی ہو گئی۔

انہیں معلوم ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام باغِ بہشت سے فروغ نسل انسانی کے لئے جب زمین پر اتارے گئے تو معصوم نبی کا وہ عمل،جو صورۃً خطا تھا اور ان سے بہشت میں سرزد ہو گیا تھا حالاں کہ قدرت نے خود عصمت نبوت کی گواہی دی اور فرمایا ''پس توجہ نہ رہی آدم کی اور ہم نے آدم میں (خطا کا) ارادہ نہ پایا'' اس عمل پر ندامت سے اس مقام و مرتبہ اور شان کو نقش دوام بنانے کے لئے تین سو برس سرزمین دنیا کو اپنے درہائے ثمین بیش از گوہر اشکوں سے مشک بار وثمر بار ولالہ زار بناتے ہیں۔ہر لمحہ عفو ومغفرت کی طلب میں مشغول ومصروف رہتے ہیں۔

زمین پر کوئی انسان اس وقت تک مرتکب معصیت نہیں ہوا کیوں کہ ابھی زمین پر انسانی صرف دو وجود ہیں،دونوں بہشتی ہیں،ایک معصوم اور ایک محفوظ،ابھی تقویم (کلینڈر) ترتیب نہیں دیے گئے۔یہ صرف دو

ہیں مگر اپنے ہر عمل کو، ہر ادا کو رہتی دنیا تک مثالی اور یادگار بنا رہے ہیں۔
میدانِ عرفات میں ذوالحج کی ۹ تاریخ کو یہ دونوں بہشت سے اترنے کے بعد جمع ہوئے ہیں۔ حضرت آدم جبلِ رحمت پر سجدہ ریز ہوکر اپنے معبود کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں، اس التجا میں رحمت سے اِلقا ہوئے جملے شامل ہیں، حضرت آدم اپنی دعا والتجا کی قبولیت کے لئے ایک ذات کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ کریم فوراً مہربان ہوجاتا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوجاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، اے آدم! تم نے جس ذات کا وسیلہ اختیار کیا، اس ذات کا تعارف تمہیں کیسے حاصل ہوا؟ حضرت آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں، اے میرے معبود! جب میری تخلیق ہوئی میں نے آپ کو سجدہ کرکے پیشانی اٹھائی تو ساقِ عرش پر اور پھر شجر بہشت کے ہر برگ پر یہ کلمہ نقش پایا **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** میں نے جانا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً آپ کے محبوب و مقرب ہیں کہ آپ نے ان کا نام اپنے نامِ پاک کے ساتھ لکھا ہے اور اس قدر لکھا ہے، اس لئے انہیں آپ کا محبوب جان کر اُن کے وسیلے سے آپ کے حضور التجا کی اور یہ کرم ہے آپ کا کہ آپ نے اس وسیلے کی برکت سے میری توبہ قبول فرمائی۔ ارشاد ہوا اے آدم! تم نے درست جانا بلاشبہ (حضرت محمد ﷺ) میرے حبیب ہیں۔

(سنو) اگر میں انہیں پیدا نہ کرتا تو تم نہ ہوتے، اے آدم! تم نے ان کے وسیلے سے صرف اپنے لئے مغفرت چاہی اگر تم تمام زمین و آسمان والوں کے لئے بخشش چاہتے تو ہم سب کو بخش دیتے۔ اللہ اکبر!

اولادِ آدم اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ میدانِ عرفات میں تقویم کی ترتیب سے اسی تاریخ میں کچھ اسی ادا سے جمع ہوکر اپنے عصیان کی معافی اور توبہ کی قبولیت کا سامان ہوتا ہے، وہ سب اسی میدان میں جمع ہوکر اس مقدس ہستی کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں اور صلہ یہ پاتے ہیں کہ جب وہاں سے لوٹتے ہیں تو خطاؤں سے پہلے دن کے نومولود بچے کی طرح پاک ہوتے ہیں۔

یومِ عرفہ، دن کا ذکر ہے۔ اب رات کے احوال ملاحظہ ہوں:

مواہب لدنیہ میں ص ۶۹ پر حضرت قسطلانی فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کی ولادت نہ محرم میں ہوئی نہ رجب میں اور نہ رمضان المبارک اور نہ غیر رمضان المبارک کے اور مہینوں میں جن مہینوں کو شرف ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کو کسی زمانے سے شرف نہیں ملا اور زمانے کو شرف حاصل نہیں مگر آپ ﷺ کی ذات اقدس سے جیسے جگہوں کو آپ (ﷺ) کی ذات مبارکہ سے شرف ہے، ان جگہوں میں مدینہ منورہ ہے کہ آپ کی وجہ سے مکہ افضل ہے اگر آں حضرت ﷺ مذکورہ مہینوں یعنی محرم اور رجب اور رمضان المبارک میں پیدا ہوتے جو اہل عرب کے نزدیک بزرگ مہینے ہیں تو البتہ یہ گمان ہوتا کہ ان مہینوں سے آپ ﷺ کی وہ کرامات جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں وہ ظاہر ہوئیں اور جس وقت جمعہ کا وہ دن جس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں ایک مبارک ساعت کے ساتھ خاص کیا گیا۔ کوئی مسلمان بندہ جمعہ کے دن اس ساعت کو نہیں پاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں کسی خیر کا سوال کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ وہ خیر خاص اس بندے کو عطا فرماتا ہے۔ جس ساعت میں سید المرسلین ﷺ پیدا کیے گئے ہیں اس ساعت کے ساتھ تمہارا کیا حال ہے (یہ نہیں ہوسکتا) کہ تم ولادت مصطفیٰ کی اس ساعت میں دعا مانگو اور وہ قبول نہ ہو۔''

ص ۲۷ پر فرماتے ہیں: آں حضرت محمد ﷺ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے تین وجوہ سے افضل ہے۔ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کی رات آپ کی ظہور کی رات ہے اور لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ مشرف کی ذات کے سبب جو شے شرف پائے وہ شے اس شے سے اشرف ہوگی جو مشرف کی ذات کو عطا کی جائے، اس دعوے میں کوئی نزاع نہیں۔ (ہر ایک عاقل اس کو تسلیم کرسکتا ہے) اس اعتبار سے آپ ﷺ کی ولادت کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر کو اس سبب سے شرف ہے کہ لیلۃ القدر میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ ولادت کی رات کو آپ ﷺ کے ظہور کے سبب شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ اس رات میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ شخص جس کے سبب ولادت کی رات کو شرف حاصل ہوا ہے وہ ان لوگوں سے افضل ہے جن کے سبب لیلۃ القدر کو شرف حاصل ہوا ہے کہ وہ ملائکہ ہیں، وہ وجہ اصح اور پسندیدہ مذہب پر ہے۔ (جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ ہر نبی، فرشتہ سے افضل ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ جمیع عالمین سے افضل ہیں اس پر اجماع ہے اس کو امام فخر الدین رازی اور ابن سبکی اور سراج الدین بلقینی نے حکایت کیا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں محمد ﷺ کی اُمت پر فضل الٰہی واقع ہوا ہے اور آپ ﷺ کی ولادت شریف کی رات میں تمام موجوات پر فضل الٰہی

واقع ہوا ہے۔آپ کی ولادت کے سبب اللہ تعالیٰ کی نعمت جمیع خلق پر عام ہوئی ہے اس لئے آپ ﷺ کی ولادت کی رات نفع میں اعم ہے اور لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

(مواہب اللدنیہ (سیرت محمدیہ) کے مذکورہ اقتباسات محمد عبدالقادر خاں آصفی نظامی مترجم مواہب لدنیہ (محرم ۱۳۴۳ھ) مطبوعہ حیدر آباد دکن سے نقل کیے گئے ہیں۔اس کتاب پر محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند و مفتی عالیہ عدالت ممالک سرکار آصفیہ نظامیہ محمد حبیب الرحمن مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند، اعزاز علی، جناب سراج احمد رشیدی، محمد انور مدرسین مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور متعدد دیگر علما کی تعریفی تقاریظ درج ہیں)

عاشق حبیب باری مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی مولانا عبد الحق مہاجر الہ آبادی ہی نہیں بلکہ محمد بدر عالم میرٹھی، جناب اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی تحریروں میں ولادت مصطفیٰ پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے مبارک اور پر مسرت واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔

حضور پُر نور ﷺ نے منبر اقدس پر رونق افروز ہوکر خود اپنا میلاد شریف بیان فرمایا، اپنے حسب ونسب کا تذکرہ کیا، تحدیث نعمت کے طور پر اُن انعامات کا ذکر فرمایا جو اللہ نے ان پر فرمائے۔مدینہ منورہ آمد پر اصحابِ نبوی نے خوشی میں جلوس نکالا، علم بلند کیے اور یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) کی ایمان افروز صدائیں بلند کیں، ولادت مصطفیٰ کے موقع پر خالق مصطفیٰ کے فرشتوں نے خوشیاں منائیں، فرشتے وہی کرتے ہیں جس کا اُنہیں حکم ہوتا ہے۔ستاروں نے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکان اقدس پر سمٹ کر چراغاں کیا۔بیت اللہ نے جھک کے سلامی پیش کی، فرشتوں نے علم نصب کیے، درود وسلام کے نغمے گائے۔یہ سب زبان حال سے یہی کہہ رہے تھے ؎

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی
یہ خوشی ہر اُس مسلمان کو ہے جو دولت ایمان سے مالا مال ہے

کیوں کہ ایمان، اسلام ہر نعمت اس ذات کا صدقہ ہے جس ذات کے سبب سے ملنے والی ہر نعمت اس قدر خوش ہے تو خود اس ذات کی آمد پر کس قدر خوشی ہوسکتی ہے اور اس کا اظہار کما حقہ کیوں کر ممکن ہے۔

خوشی کے اظہار کا ہر وہ طریقہ جو منع نہیں وہ بلاشبہ جائز ہے۔روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے جمعہ میگزین ۲۹ ستمبر سے ۱۵؍اکتوبر ۱۹۸۹ء کے ص ۱۸ پر جناب عبدالرحمن (جامعہ اشرفیہ لاہور والے) لکھتے ہیں:

''یہ قانون یاد رکھیں کہ جائز ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ اس کام کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔''

اسی اصول اور قانون کے مطابق اہل ایمان اللہ والوں کے دن مناتے اور ان سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔حیرت ہے کہ جو لوگ میلاد النبی منانے کو ناجائز کہتے رہے وہ ''سیرت النبی'' منانے لگے حالاں کہ ''سیرت'' ہرگز منائی نہیں جاتی بلکہ اپنائی جاتی ہے۔

☆☆☆

انوار حدیث

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

اشتیاق ایوبی★

اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم وآدمیت کی تخلیق اور اُس کی عمدہ نشوونما کے مدنظر ہدایت وتنبیہ کے لئے ایک طرف توکم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کی کثیر جماعت کو مبعوث فرمایا جس کی انتہا نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت پر ہوئی اور دوسری جانب خلقت انسانی کی جامع اور مستحکم رہنمائی کے لئے آسمانی کتب وصحائف بھی نزول فرما کر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ علم وحکمت اور ہدایت کا چشمہ فیض بھی جاری کیا تا کہ خلقت انسانی اپنے منصب وجود وحیات کے اصل مقاصد سے گُم گشتہ راہ نہ ہونے پائے۔

قرآنی آیات اوراحادیث رسول کی صورت میں اسلام کے آفاقی اورحتمی پیغام کے ذریعہ نسلی اورنسبی تفاخر وتعصب کے رد وانکار سے انحراف نہ کبھی ممکن رہا، نہ ہی روز آخر تک کسی امکان کی امید ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انفرادی طور پر اپنے ذاتی مفاد ومقاصد کے لئے فرمان خدا جلّ وَ علا، رسول خدا ﷺ سے بغاوت کر کے لوگ کسی انوکھی دلیل ووضاحت کا فکر وتصور قائم کرتے ہیں تو یہ خدا اور رسول کے اصل اور مساواتی فرمان کے منافی تو قرار دِیے جاسکتے ہیں لیکن تابع، مطیع، یا روح اسلامی کے پیروکار کبھی قرار نہیں دِیے جاسکتے۔

اسلامی معاشرت میں ہر سطح پر مساواتی قیام ونظام سے متعلق قرآن واحادیث کے غیر فانی اور لاثانی احکام پیش نظر ہیں جن کی اساس وبنیاد پر اسلامی معاشرت کی مضبوط ترین عمارت کا انحصار ہے۔ آج سے ۱۴۴۲ سال قبل انہی بنیادوں پر اسلامی معاشرت کی عمدہ ترین اور مساواتی فکر وعمل کی غیر متنازع عمارت تعمیر کی گئی جس نے اسلامی حیات ومعاشرت کو ایسی دائمی جلاء عطا کی جس کے مقناطیسی اثر نے بلاتفریق وتعصب دیگر تمام قوموں کو کاشانہ اسلامی کے پرامن احاطے میں پناہ گزیں ہونے کو مجبور کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعد کے لوگوں کا متنازع کردار وعمل یا انحرافی فکر ونظر تعصب وتنگ نظری کی لاحاصل کاشف کی پیداوار ثابت ہو رہا ہے لیکن قرآن واحادیث کا اعلانیہ حکم مساوات واتحاد یوم آخر تک کے لئے اٹل ہے، اس میں کسی طرح کی ترمیم وتنسیخ کی کوشش کفر وارتداد کی پیروی تسلیم کی جائے گی۔ بدلتے زمانے کی مسموم آب وہوا کے اثر بد کے سبب طبقاتی فوقیت کی آلودگی کی درازکڑیاں اور منفی فکر وتصور کے سبب موجودہ معاشرتی نظام اور نسلی منافرت وتعصب کے عام چلن کا قرآن واحادیث کی روشنی میں توڑ موجود ہے اور مطلوبہ فکری اصلاح کے لئے قرآن واحادیث میں کافی وشافی مندرج احکام وارشادات باعث تسکین وتمکین ہیں جسے اختیار کر کے عدم مساوات اور نفاق وافتراق کی فرسودہ اور گمراہ کن بہتی بیمار اور بوسیدہ لہر پر قابو پایا جاسکتا ہے اور اس راہ میں ہم سبھی کو اپنے ایمانی کردار وعمل کے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ہر قسم کی چشم پوشی یا گریز نظر سے کنارہ کش ہو کر سازگاری کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

فی زمانہ خود ساختہ سیادت اور نسب تبدیل کرنے کی ایذا رسانی کے علاوہ نسلی تفاخر پر مشتمل اعلیٰ واشرف اور ادنیٰ وارذل پر مبنی نظریات و پرستش کی غیر شرعی حرکتوں کے سبب ہمارا معاشرہ درہم برہم ہو چکا ہے جب کہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی غیر نسب نے اپنے نسب کو مجھ سے منسوب کیا تو اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں برملا اعلان کرتا ہے کہ میرے نبی پر ظلم کرنے والا (جس کے ظلم کی کوئی بھی صورت ہو وہ) گستاخ وباغی ہے۔

ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شان احدیت وولدیت کے اظہار میں برملا فرما رہا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔

(مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۳، ص ۱۱۵۶)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں (کنزالایمان)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ مردوں میں کسی کے باپ نہیں تو پھر کسی کے باپ نہیں۔ آپ ﷺ اپنے مقدس نواسوں کے نانا جان تو ہیں لیکن باپ نہیں۔ آپ کے مقدس نواسے آپ ﷺ کے نواسے تو ہیں لیکن فرزند نہیں۔

آپ حضرات کو بخوبی یاد رہے کہ دنیا میں وہ اُمور اگرچہ کثیر ہیں جن کی وجہ سے فخر وتکبر کیا جاتا ہے لیکن نسب ان میں سب سے بڑا اَمر ہے کیونکہ مال، حسن اور بزرگی کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ہمیشہ نہیں رہتا بلکہ ان چیزوں کے ختم ہونے پر تکبر بھی ختم ہو جاتا ہے جبکہ نسب کی وجہ سے کیا جانے والا تکبر ختم نہیں ہوتا، اسی لئے یہاں بطورِ خاص اُسے ذکر کیا گیا۔ (تفسیر کبیر، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۰/ ۱۱۳، ملخصاً)

نسب کے ذریعے فخر وتکبر کرنے کی مذمت:

فخر وتکبر کے اَسباب میں سے ایک اہم سبب اپنے نسب کے ذریعے دوسروں پر تکبر کرنا ہے، اس کے بارے میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جس آدمی کا نسب اچھا ہو وہ دوسرے نسب والوں کو حقیر جانتا ہے اور بعض لوگ حسب ونسب کے ذریعے اس طرح تکبر کرتے ہیں کہ گویا دوسرے لوگ ان کی ملکیت میں اور ان کے غلام ہیں، وہ ان سے میل جول کرنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ ان کی زبان پر یوں آتا ہے کہ تکبر کرتے ہوئے دوسروں کو گھٹیا قسم کے الفاظ سے پکارتے ہوئے کہتے ہیں: تم کون ہو؟ تمہارا باپ کون ہے؟ میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، تمہیں مجھ سے بات کرنے یا میری طرف دیکھنے کا کیا حق ہے؟ تو مجھ جیسے لوگوں سے بات کرتا ہے اور مجھ سے اس قسم کی گفتگو کرتا ہے؟ سیدوں کے علاوہ غیر سادات میں ولایت و بزرگی یا بیعت وطریقت یا خلافت و اجازت رائج و جائز نہیں ایسا کہنے اور سوچنے والوں کی بوسیدہ اور فرسودہ فکر پر کف افسوس تو ملا جاسکتا ہے لیکن تائید وحمایت کسی طور ممکن نہیں۔ (وغیرہ)

عزیزان گرامی! یہ ایک ایسی پوشیدہ رگ ہے کہ کوئی بھی نسب والا اس سے خالی نہیں ہوتا، اگرچہ وہ نیک اور باعمل ہو، لیکن بعض اوقات حالت اِعتدال پر ہونے کی صورت میں یہ بات ظاہر نہیں ہوتی اور جب اس پر غصے کا غلبہ ہو تو وہ اس کے نورِ بصیرت کو بجھا دیتا ہے اور اس قسم کی گفتگو اُس کی زبان پر آجاتی ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں ایک شخص سے میری تکرار ہوگئی تو میں نے کہا: اے کالی عورت کے بیٹے! تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے ابو ذر! صاع پورا نہیں بھرا جاتا، سفید عورت کے بیٹے کو سیاہ عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا: اٹھو اور میرے رخسار کو پامال کردو۔

انجام کار غور کریں کہ کس طرح نبی اکرم ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی جب انہوں نے سفید خاتون کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھا کیوں کہ یہ بات خطا اور نادانی ہے اور دیکھئے کہ انہوں نے کس طرح توبہ کی اور اپنے آپ سے تکبر کے درخت کو اُس شخص کے تلوے کے ذریعے جڑ سے اکھاڑ پھینکا جس کے مقابلے میں تکبر کیا گیا تھا کیونکہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ تکبر کو صرف عاجزی کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔

مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا، ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں تم کون ہو؟ تمہاری تو ماں ہی نہیں۔ اس پر حضور اَقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ''حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا، ان میں سے ایک نے کہا: میں فلاں کا بیٹا فلاں ہوں، اُس طرح وہ نو پشتیں شمار کر گیا اور کہا: تیری تو ماں ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ جس نے فخر کا اظہار کیا ہے اس سے فرمادیجئے: وہ نو کی نو پشتیں جہنم میں جائیں گی اور تم ان کے ساتھ دسویں ہوگے۔ (مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث عبد الرحمٰن بن ابی لیلی الخ، ۸/ ۳۴، الحدیث: ۲۱۲۳۶)

عزیزان گرامی! تفاخر نسب ونسل کی مذمت میں فرمان رسالت احادیث میں اس طور پر درج ہے کہ آقائے نعمت، والیِ امت، رحمت عالم، سرور کائنات، فخر موجودات، انوار اول بعدہٗ نور حق، روحی فدا، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اپنے آباء واَجداد پر فخر کرنا چھوڑ دینا چاہیے وہ جہنم میں کوئلہ بن گئے یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو، اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتے ہیں۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی التفاخر بالاحساب، ۴/ ۴۲۷، الحدیث: ۵۱۱۶، باختلاف بعض الالفاظ۔ احیاء علوم الدین، کتاب ذمّ الکبر والعجب، بیان ما بہ التکبر ۳/ ۴۳۱-۴۳۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور عصر حاضر کے نسلی تفاخر وتعصب اور امتیاز شان کا اظہار کرنے والے اور شخصیت پرستی کے خوگر مشائخ وعلماء، عصبیت زدہ لوگوں کو اس باطنی بیماری سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ آیت کے اس

حصے میں وہ چیز بیان فرمائی جارہی ہے جو انسان کے لئے شرافت و فضیلت کا سبب ہے اور جس سے اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت حاصل ہوتی ہے، ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تم میں سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں جاننے والا اور تمہارے باطن سے خبردار ہے۔

شانِ نزول: حضورِ اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے، وہاں ملاحظہ فرمایا کہ ایک حبشی غلام یہ کہہ رہا تھا: جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم ﷺ کی اِقتدا میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے۔ اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہوگیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم ﷺ اس کی تدفین میں تشریف لائے، اس کے بارے میں لوگوں نے کچھ کہا تو اُس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۳، ص ۱۱۵۶، جلالین، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۳، ص ۴۲۸، ملتقطاً)

عزت اور فضیلت کا مدار تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وفضیلت کا مدار نسب نہیں بلکہ پرہیزگاری ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نسب پر فخر کرنے سے بچے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے عزت وفضیلت نصیب ہو، ترغیب کے لئے یہاں اس سے متعلق تین اَحادیث ملاحظہ ہوں

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: فتحِ مکہ کے دن حضورِ اقدس ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا غرور اور ایک دوسرے پر خاندانی فخر دور کردیا ہے۔ اب صرف دو قسم کے لوگ ہیں (۱) نیک اور متقی شخص جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معزز ہے۔ (۲) گناہ گار اور بد بخت آدمی، جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذلیل و خوار ہے۔ تمام لوگ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (کنزالایمان۔ ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الحجرات، ۵/ ۱۷۹، الحدیث: ۳۲۸۱)

(۲) حضرت عداء بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے دن نبی اکرم ﷺ کے منبرِ اقدس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا ''بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ ۔ تو کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے، کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی گورے کو کالے پر فضیلت حاصل ہے بلکہ فضیلت صرف تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے۔ (تو جو متقی اور پرہیزگار ہے وہ افضل ہے) (معجم الکبیر، عداء بن خالد بن ہوذہ العامری، ۱۸/ ۱۲، الحدیث: ۱۶)

(۳) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب قیامت کا دن ہوگا تو بندوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اِس حال میں کہ وہ غیر مختون ہوں گے اور ان کی رنگت سیاہ ہوگی، تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''اے میرے بندو! میں نے تمہیں حکم دیا اور تم نے میرے حکم کو ضائع کردیا اور تم نے اپنے نسبوں کو بلند کیا اور انہی کے سبب ایک دوسرے پر فخر کرتے رہے، آج کے دن میں تمہارے نسبوں کو حقیر و ذلیل قرار دے رہا ہوں، میں ہی غالب حکمران ہوں، کہاں ہیں متقی لوگ؟ کہاں ہیں متقی لوگ؟ بیشک اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ علی، حرف الالف من آباء العلمین، ۶۱۷۲۔ علی بن ابراہیم العمری القزوینی، ۱۱/ ۳۳۷)

مذکورہ بالا ربانی فرامین اور نبوی حقائق ودلائل سے متاثر ہو کر ہی کسی شاعر نے عمدہ ترین ترجمانی کی ہے کہ

نسل ونسب کو نہ پوچھے گا کوئی — وہاں وصف ذاتی کا ڈنکہ بجے گا

اللہ تعالیٰ ہمیں نسبی فخر وتکبر سے بچائے اور تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بحق یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

☆بانی صدر ورلڈ صوفی مشن، دہلی۔ 7275518786

شرعی احکام

اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں اضافہ

مفتی صاحبزادہ بدر عالم جان★

اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں بعض الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے جو کہ حدیث مبارکہ میں نہیں ہیں۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سائل: محمد فاروق مقام: پاکستان

جواب: اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا تمام مستند و معتبر کتب حدیث میں مذکور ہے۔ 'صحیح بخاری'، 'جامع ترمذی' اور دیگر کتب حدیث میں اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا کے بارے میں روایت اِس طرح وارد ہوئی ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ: اَللّٰهُمَّ، رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَهُ. حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء، ۱: ۲۲۲، رقم: ۵۸۹۔ (۲) بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا، ۴: ۱۷۴۹، رقم: ۴۴۴۲۔ (۳) ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء في الدعاء عند الاذان، ۱: ۱۴۶، رقم: ۵۲۹۔ (۴) نسائی، السنن، کتاب الأذان والسنة فيه، باب ما يقال إذا أذن المؤذن، ۱: ۲۳۹، رقم: ۷۲۲۔ (۵) أحمد بن حنبل، المسند، ۳/ ۳۵۴، رقم: ۱۴۸۵۹۔

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ دعا کرے: اے اللہ! اِس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر مبعوث فرما۔ تو اُس کے لئے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

'صحیح مسلم' اور بعض دیگر کتب حدیث میں اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا کے بارے میں یہ حدیث مبارکہ منقول ہے:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ، ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوْا اللهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُوْنَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ.

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلي على النبي ثم يسأل الله له الوسيلة، ۱/ ۲۸۸، رقم: ۳۸۴/ (۲) ترمذی، السنن، أبواب المناقب، باب في فضل النبي، ۵: ۵۸۶، رقم: ۳۶۱۴ (۳) أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب ما يقول إذا سمع المؤذن، ۱: ۱۴۴، رقم: ۵۲۳ (۴) نسائی، السنن، کتاب الأذان، باب الصلاة على النبي بعد الأذان، ۲: ۲۵، رقم: ۶۷۸ (۵) حمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۸، رقم: ۶۵۶۸ (۶) ابن خزیمۃ، الصحیح، ۱: ۲۱۸، رقم: ۴۱۸ (۷) ابن حبان، الصحیح، ۴: ۵۸۸، ۵۹۰، رقم: ۱۶۹۰، ۱۶۹۲۔

''حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو اُسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ پس جو شخص بھی مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو، بے شک وسیلہ جنت میں ایک منزل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گی اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس نے اس وسیلہ کو میرے لئے طلب کیا اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔''

اِن دونوں روایات کو سامنے رکھیں تو خود بخود واضح ہو جائے گا اور اِشکال رفع ہوتا چلا جائے گا۔ پہلی حدیث مبارکہ میں صرف اَللّٰهُمَّ، رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا

الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔
کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، جب کہ دوسری میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔لیکن دونوں روایات میں ایک پہلو مشترک ہے کہ دونوں کے آخر میں سائل کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہونے کی خوش خبری سنائی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ علماء وائمہ کرام نے اذان کے بعد مانگی جانے والی دعا کے آخر میں سائل کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مانگے جانے کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے اور اذان کے بعد یہ دعا اِس طرح پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ، وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ، وَ ابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ، وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

اے اللہ! اِس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجہ عطا فرما اور آپ کو اُس مقامِ محمود پر فائز فرما جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں روزِ قیامت آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''

یعنی آخر میں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ کے الفاظ لائے گئے ہیں کیوں کہ اوپر بیان کی گئی دونوں روایات میں بالترتیب حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔(اس کے لئے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہوگئی) اور حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ(اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی) کے الفاظ آئے ہیں۔

امام طبرانی نے اپنی دو کتب میں اذان کے بعد مانگی جانے والی جو دعا نقل کی ہے،اس دعا کے آخر میں یہ الفاظ منقول ہیں:

وَاجْعَلْنَا فِیْ شِفَاعَتِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

(۱) طبرانی، المعجم الأوسط، ۴:۷۷، رقم: ۳۶۶۲

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲:۸۵، رقم: ۱۲۵۵۴

''(اے پروردگار!) ہمیں روزِ قیامت آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی شفاعت نصیب فرما۔'' لہٰذا ثابت ہوگیا کہ ائمہ کرام کی طرف سے وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَه۔ کے الفاظ کا اِضافہ کیے جانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ متعدد احادیث کو جمع کر کے ایک جامع دعا ترتیب دی تو یہ بالکل جائز اور بلا شک وشبہ حدیث مبارکہ پر عمل کرنا ہے۔

ملا علی قاری 'مرقاۃ المفاتیح' میں لکھتے ہیں کہ دعائیہ کلمات میں اِضافہ کرنا جائز ہے (جس طرح بعض لوگ حج کے موقع پر تلبیہ میں اضافہ کر لیتے ہیں) لہٰذا اِس بحث کی روشنی میں ہم اذان کے بعد اِضافہ شدہ الفاظ کے ساتھ مروّجہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

☆☆☆

لاک ڈاون کے دوران سید ارشد علی نے قرآن پاک کا حفظ مکمل کرلیا

۲۹، اگست بروز اتوار ۲۰۲۱ء بعد نماز عصر تا عشاء، مسجد بہشتیان، جونا رسالہ، اندور۔ مدھیہ پردیش میں برادر اصغر سید ارشد علی سلمہ بن حافظ سید شاکر علی رضوی نے لاک ڈاون کے دوران حضرت حافظ وقاری سید اختیار علی قادری کے پاس حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ الحمد للہ!

مولانا محمد یوسف رضا حسینی، حافظ وقاری سید اختیار علی قادری بانی وصدر دار العلوم برکات سادات وامام وخطیب مسجد بہشتیان جونا رسالہ اندور، مولانا سید احمد حسین شاکر رضوی، شہزادۂ مفتی اعظم مالوہ، مولانا حافظ وقاری احمد یار خان قادری ازہری، قاری الحاج محمد سکندر قادری، حافظ و قاری الحاج انوار احمد ریحان، مولانا محمد صلاح الدین قادری، حافظ وقاری محمد انصار قادری رحمانی، حافظ وقاری محمد ضمیر احمد رضوی، حافظ وقاری محمد شوکت حسین قادری برکاتی، حافظ وقاری سید عبد الصمد علی رضوی نوری، حافظ وقاری محمد شعیب رضوی، حافظ وقاری محمد صلاح الدین نوری، حافظ و قاری محمد رفیق نوری، حافظ عبد الرؤف رضوی رازؔ، حافظ وقاری سید احمد علی جمالی، حافظ وقاری سید شاداب علی جمالی، ڈاکٹر حافظ ابرار احمد رضوی صاحبان علمائے کرام وحفاظ کرام نے ''حافظ سید ارشد علی رضوی'' کو ''دستارِ حفظ'' سے نوازا۔ عوام وخواص فیضان قرآن پاک سے مالا مال ہوئے۔

فقیر قادری ابو عمارہ سید محمد صابر علی رضوی مصباحی ابن مرحوم صوفی الحاج سید مختار علی رضوی

☆ خادم دار العلوم برکات سادات وسنی حنفی دار الافتاء وسنی ائمہ کونسل، اندور۔ مدھیہ پردیش ☆

عقیدہ ونظریہ

تعارفی جائزہ

احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف

محمد توفیق احسن برکاتی★

مصنف: مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی برکاتی
ضخامت: جلد اول ۵۲۸ صفحات رجلد دوم ۴۲۴ صفحات
سنہ اشاعت: شعبان ۱۴۴۲ھ مارچ ۲۰۲۱ء
ناشر: مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

یہ انسان کی بڑی نادانی ہے کہ مسلسل فریب خوردگی کے باوجود وہ اپنی آنکھیں نہیں کھولتا ہے اور سچائی سے قریب رہتے ہوئے بھی اس سے دور نظر آتا ہے، لیکن اپنی دانست میں وہ خود کو دانش مند، حقیقت پسند، حق شناس اور دانا و بینا سمجھتا ہے۔ گویا وہ ذاتی منافقت کے ایسے خول میں بند ہے جہاں اس کے نفاق، فریب، شکستگی اور بے شعوری کو طاقت ور غذائیں ملتی رہتی ہیں اور وہ خوش رہتا ہے۔

فرقہ وہابیہ غیر مقلدین ان تمہیدی جملوں کا واضح ثبوت ہیں، تقلید ائمہ سے بیزار اور ہزارہا تقلیدی الجھنوں میں گرفتار یہ لوگ دنیا کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں اور قرآن و احادیث پر صرف ہم ہی عمل کرتے ہیں اور تمام اصولی و فروعی مسائل و مباحث میں قرآن و حدیث کو اپنا ماخذ و مرجع بناتے ہیں، ائمہ مجتہدین کے استنباط کردہ مسائل میں احادیث کی مخالفت اور قیاسات کا عمل دخل زیادہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ان کے بلند بانگ دعووں میں اس طرح کے اور بھی بے بنیاد الزامات ہیں جو اہل سنت و جماعت پر یہ لوگ لگاتے رہے ہیں، جب کسی عمل کی بات آتی ہے تو یہ حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور کتب حدیث میں بھی خاص صحیحین (بخاری و مسلم) کا نام لیتے ہیں گویا اُن کی نظر میں ان دونوں کے علاوہ تمام کتابیں غیر مستند اور اُن میں مندرج احادیث کے علاوہ تمام حدیثیں ناقابل اعتبار ہیں۔ اگر وقتی طور پر بھی غور کر کے صحیحین کے مرتبین امام بخاری و امام مسلم کے احوال پڑھ لیں تو اندازہ ہو جائے کہ یہ حضرات خود مقلد ہیں اور قرآن و حدیث کے ساتھ اجماع و قیاس کو بھی حجت شرعی مانتے ہیں، ساتھ ہی یہ حضرات یہ وضاحت بھی فرماتے ہیں کہ انھوں نے صحیحین میں تمام صحیح احادیث کو جمع نہیں کیا ہے۔ یہ حقائق اُن لوگوں کی فریب خوردگی کو نشان زد کرتے ہیں اور بخاری و مسلم پر اُن کے عمل کی قلعی کھل جاتی ہے۔

جب سے یہ فرقہ وجود میں آیا ہے، اہل سنت کے علما و محققین نے علمی اور تحقیقی انداز میں ان کی تفہیم کی اور اُن کی غیر شرعی پالیسیوں کو طشت از بام کیا ہے، موجودہ دور میں جب ان کی فتنہ سامانیوں نے اپنا چہرہ اور انداز بدل دیا تو ضرورت پیش آئی کہ ان کی تفہیم کا طرز بھی بدلا جائے اور عام فہم زبان میں ان کی حقیقت سے انصاف پسند دنیا کو آگاہ کیا جائے تاکہ مسلمان عقائد و معمولات میں ان کے جھانسے میں نہ آئیں اور تقلید ائمہ سے بیزاری میں ان کے ہمنوا نہ بنیں۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور تعلیم و تدریس کے ساتھ بحث و تحقیق کے مختلف شعبوں میں مسلسل اپنی فتوحات میں اضافہ کر رہا ہے، درس نظامی کے علاوہ تحقیق فی الفقہ، مشق افتا، اختصاص فی الادب اور اختصاص فی الحدیث اس کے ممتاز شعبے ہیں جن میں نصابی کتب کی تدریس بھی ہوتی ہیں اور تحقیق و تنقیح کی عملی تربیت کا بھی نظم ہے۔

ممتاز محقق و مصنف، معروف فقیہ و محدث سراج الفقہاء استاذ گرامی حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی دام ظلہ العالی درس و تدریس، بحث و تحقیق اور فتویٰ نویسی کا طویل تجربہ رکھتے ہیں، ان کے قلم حق نگار سے ۸۰ سے زائد علمی و تحقیقی مضامین و مقالات اور ۴۰ سے زائد کتابیں معرض وجود میں آچکی ہیں جن کا مطالعہ علم و تحقیق اور تنقید و تنقیح کے نئے در وا کرتا ہے اور قدیم و جدید مسائل میں علمی و شرعی حل کا اجالا بکھیرتا ہے۔ موجودہ عہد میں ان کے فتاویٰ اور شرعی فیصلوں کو قبولِ عام حاصل ہے۔ درس و تدریس کا ۴۲ سالہ تجربہ رکھتے ہیں، ان کی بارگاہ سے اکتساب علم کرنے والے علما و محققین و مفتیان کرام کی ایک طویل فہرست ہے، پوری دنیا اُن کے علمی فیضان سے مستفیض ہو رہی ہے، ان کی سوال و جواب کی علمی مجالس کا دور دور تک شہرہ ہے، حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ جامعہ اشرفیہ کے سابق صدر المدرسین، گورکھپور کمشنری اور

پورے حلقہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قاضی، شارح بخاری دار الافتاء کے صدر مفتی، مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ کے ناظم اور جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز ہیں اور صرف رسمی طور پر نہیں بلکہ پوری ذمہ داری اور دیانت داری کے ساتھ آپ اِن عہدوں کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔

جب اشرفیہ میں اختصاص فی الحدیث کا شعبہ قائم ہوا تو نصاب بورڈ نے ایک موضوع صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف بھی تجویز کیا۔ اِس موضوع پر درس وخطاب کی ذمہ داری آپ کو دی گئی، آپ نے اس موضوع کو رسمی طور پر محض تدریس کا حصہ نہ بنایا بلکہ ایک باحث ومحقق کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے دروس املا کرادیے جو شعبہ اختصاص کے لئے کسی نعمت اور علمی خزانے سے کم نہیں تھا، پھر حضرت مصنف نے ان پر دوبارہ محنت کی اور دو جلدوں میں یہ تاریخی دستاویز دنیا کے سامنے آئی۔

صدر العلماء علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ لکھتے ہیں:

''زیر نظر کتاب میں غیر مقلدین کے بلند بانگ دعووں کی نقاب کشائی بڑی خوش اسلوبی سے کی گئی ہے اور یہ دِکھایا گیا ہے کہ قدم قدم پر صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) سے ان کے انحراف اور کتاب وسنت سے دوری ان کے خمیر میں داخل ہے۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے دلائل وشواہد کی مضبوط زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے، چشم بینا ہو تو دیکھے، گوشِ شنوا ہو تو سنے، کھلے دل سے مطالعہ کریں، اس میں ہدایت وبصیرت کا سامان وافر مقدار میں مہیا پائیں گے۔ واللہ الھادی والنصیر''

(جلد اول، ص:۶)

حضرت مصنف کے علمی اور تحقیقی منہج اور اُن کی فقہی بصیرت، وسعت مطالعہ اور علمی وفکری گیرائی وگہرائی پر استاذ گرامی مولانا نفیس احمد مصباحی یوں خامہ فرسا ہیں:

''سراج الفقہاء حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی کو اللہ تعالیٰ نے ذہنِ رسا اور فکر دقیق عطا فرمائی ہے، ساتھ ہی ان کا محققانہ طرز بیان اور مسائل ومباحث کے ضروری گوشوں کے احاطے کے ساتھ آسان لب ولہجے میں سمجھانے کا ہنر اُنھیں موجودہ عہد کے اربابِ فتویٰ اور محققین سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کی تقریباً تمام تصنیفات وتحقیقات میں یہ رنگ دور ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ فقہی وعلمی مباحث پر مشتمل کتابوں پر انھوں نے جو گراں قدر، تاریخی اور تحقیقی مقدمے تحریر فرمائے وہ خود اُن کے تحقیقی مزاج اور علمی تبحر کا پتا دیتے ہیں بطور خاص مجلس شرعی کے فیصلے جلد اول، جلد دوم، صحیفہ مجلس شرعی جلد دوم، جدید مسائل پر علما کی رائیں اور فیصلے (تین جلدیں) پر آپ نے جو مقدمے لکھے وہ مستقل ایک علمی وتحقیقی رسالے کی حیثیت رکھتے ہیں اور فقہ وافتا کے قدیم وجدید سلسلوں کی تفہیم میں ایک محقق کے لئے ان مقدموں سے مدد نہ لینا تحقیق وتفتیش میں تشنگی کا احساس دلائے گا۔ زیر نظر کتاب ''احادیث صحیحین سے غیر مقلدین کا انحراف'' پندرہویں صدی کا ایک اہم علمی اور تاریخی کارنامہ ہے جو حضرت سراج الفقہاء کے قلم حقیقت نگار سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے علم وتحقیق کے ہفت اقلیم اس طرح سر کیے ہیں جس سے پیش رَو فقہائے محققین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔''

(جلد دوم، ص:۲۹۶،۲۹۷)

اِن دونوں جلدوں میں ۲۵۵ر آیات قرآنی اور ۱۵۲۰ احادیث نبوی بطورِ استدلال پیش کی گئی ہیں اور کل تین ابواب ہیں جن میں انتخابِ احادیث کے لئے مسائل کی زمرہ بندی یوں ہے:

(۱) عقائد (۲) فروعی عقائد (۳) فروعی مسائل۔ ان تین زمروں میں مجموعی طور پر ۳۲ مسائل زیر بحث آئے ہیں:

جلد اول کے آغاز میں کتاب اور صاحب کتاب کے عنوان سے صدر العلماء علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی (ناظم مجلس برکات وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور) نے چار صفحات میں حضرت مصنف کی امتیازی خوبیوں اور علمی وفقہی کمالات کی نقاب کشائی کی ہے اور اس کتاب کے منصفانہ مطالعہ کی اپیل کی ہے۔ اس کے بعد ایک علمی وتاریخی مقدمہ خود حضرت مصنف نے رقم فرمایا ہے جس میں تقریباً چالیس ذیلی عناوین پر تحقیقی گفتگو کی گئی ہے، یہ تفصیلی مقدمہ بجائے خود ایک مستقل رسالہ ہے جس کی ہر سطر میں علم وتحقیق کی شعاعیں موجود ہیں۔

بابِ اول عقائد کے بیان میں ہے جس میں درج ذیل کل ۱۷ مسائل پر علمی اور تحقیقی گفتگو کی گئی ہے:

(۱) امتناعِ کذب باری کا عقیدہ، کتاب وسنت کی روشنی میں

(۲) ختم نبوت، احادیث نبویہ کی روشنی میں

(۳) امتناعِ نظیر، کتاب وسنت کی روشنی میں

(۴) تعظیم رسول، کتاب وسنت کی روشنی میں

(۵) بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ اور مومنین کی عزت

(۶) شفاعت، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۷) علم غیب رسول، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۸) عقیدہ حاضر وناظر، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۹) توسل ونداء، احادیث کریمہ کی روشنی میں
(۱۰) تصرفاتِ انبیا، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۱) شارعِ اسلام کے تشریعی اختیارات کے شواہد
(۱۲) مدینہ منورہ کے حرم ہونے کے شواہد
(۱۳) اللہ چاہے پھر اللہ کے رسول، کہنا جائز ہے
(۱۴) مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی شناعت
(۱۵) تقلید عرفی کا وجوب، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۶) اجماع امت، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۷) قیاس شرعی، احادیث نبویہ کی روشنی میں

مذکورہ مسائل پر فاضل محقق نے جس تحقیقی دیانت داری اور معروضی انداز بیان کے ساتھ علمی وادبی اسلوب میں گفتگو فرمائی ہے وہ اتنی چشم کشا اور فکر انگیز ہے کہ مطالعہ کے بعد برجستہ انصاف پسند دل واہ واہ کرتا ہے، ان مسائل میں دلائل وشواہد کی ترتیب بھی انتہائی دل پذیر اور حقیقت نگاری کا منہ بولتا ثبوت ہے، تعارف نگار حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی رقم طراز ہیں:

''امتناع کذب باری کا مسئلہ باب الٰہیات کا ہے، باب نبوت میں ختم نبوت، امتناع نظیر، تعظیم رسول ﷺ، بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی عزت، شفاعت، علم غیب رسول، عقیدۂ حاضر وناظر، توسل ونداء، تصرفات انبیا، شارع اسلام کے تشریعی اختیارات وغیرہ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں جن پر الگ الگ مباحث ہیں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کی رنگارنگی میں عقائد اہل سنت کا چہرہ آفتاب نیم روز کی طرح چمک رہا ہے اور باطل عقائد ونظریات کی روسیاہی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور غیر مقلدین کا پانی کے بلبلوں کی طرح بنا ہوا شیش محل لمحہ لمحہ پانی میں تحلیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔'' (جلد دوم، ص: ۲۹۹)

سولہویں اور سترہویں مسئلے میں اجماع اور قیاس کے حجتِ شرعی ہونے پر تقریباً پچاس صفحات میں کارآمد بحثیں کی گئی ہیں۔ ''اجماع امت خطا سے پاک اور حجت شرعی ہے'' اس موقف پر اہل سنت کی پانچ دلیلوں کا ذکر ہے اور احادیث اجماع کو پانچ انواع میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر احادیث متواترہ کے مقابل فرقہ وہابیہ کا موقف بیان کیا گیا ہے۔ اخیر میں ''آگاہی'' کے ذیلی عنوان سے مصنف کتاب لکھتے ہیں:

''ہم یہاں اپنے برادران دینی کی آگاہی کے لئے یہ وضاحت بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اجماع کی حجیت پر تمام اہل قبلہ کا اتفاق عہد سلف میں ہی ہو چکا ہے، اس لئے اس کے بعد کے زمانے میں کبھی کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کہ یہ خرقِ اجماع ہے جو شرعاً بہت معیوب اور ناقابل اعتنا ہے۔'' (جلد اول، ص: ۴۸۳)

فقہ کی چوتھی دلیل ''قیاس شرعی'' ہے، اس لئے احادیث نبویہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ قیاس در اصل کتاب اللہ یا سنت اللہ یا اجماع سے ماخوذ ہوتا ہے اس لئے یہ کتاب وسنت واجماع کے احکام کا مظہر اور فقہ کی دلیل رابع ہے۔

ان سترہ مسائل کی تحقیق وتنقیح پر جلد اول مکمل ہو جاتی ہے اور جلد دوم سے باب دوم شروع ہوتا ہے، جس میں فروعی عقائد سے متعلق تین اہم مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں: (۱) بدعت، احادیث نبویہ کی روشنی میں (۲) محفل میلاد النبی، کتاب وسنت کی روشنی میں (۳) صلاۃ وسلام بحالت قیام، کتاب وسنت کی روشنی میں۔

تیسرا باب فروعی مسائل کے بیان میں ہے جس میں مجموعی طور پر درج ذیل ۱۲ عناوین پر گفتگو کی گئی ہے:

(۱) وضو میں نیت فرض ہے یا سنت، احادیث نبویہ کی روشنی میں
(۲) نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، احادیث نبویہ سے روشن ثبوت (۳) صبح روشن میں نماز فجر پڑھنے کا استحباب
(۴) سایہ ایک مثل ہونے پر بھی وقت ظہر باقی رہتا ہے
(۵) سفر میں جمع بین الصلاتین
(۶) نماز میں رفع یدین جائز، غیر مستحب ہے
(۷) پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے یا بلند آواز سے؟
(۸) مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کرے
(۹) استخارہ، احادیث نبویہ کی روشنی میں
(۱۰) بالغ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت
(۱۱) ایک نشست میں تین طلاق، تین یا ایک؟
(۱۲) حلالہ حلال یا حرام؟ کتاب وسنت سے شافی جواب

اِس جلد میں بھی حضرت سراج الفقہاء نے ایک بسیط مقدمہ تحریر

(۶) شفاعت، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۷) علم غیب رسول، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۸) عقیدہ حاضر وناظر، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۹) توسل ونداء احادیث کریمہ کی روشنی میں
(۱۰) تصرفاتِ انبیا، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۱) شارعِ اسلام کے تشریعی اختیارات کے شواہد
(۱۲) مدینہ منورہ کے حرم ہونے کے شواہد
(۱۳) اللہ چاہے پھر اللہ کے رسول، کہنا جائز ہے
(۱۴) مسلمانوں کو مشرک قرار دینے کی شناعت
(۱۵) تقلید عرفی کا وجوب، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۶) اجماعِ امت، کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۷) قیاس شرعی، احادیث نبویہ کی روشنی میں

مذکورہ مسائل پر فاضل محقق نے جس تحقیقی دیانت داری اور معروضی انداز بیان کے ساتھ علمی وادبی اسلوب میں گفتگو فرمائی ہے وہ اتنی چشم کشا اور فکر انگیز ہے کہ مطالعہ کے بعد برجستہ انصاف پسند دل واہ واہ کرتا ہے، ان مسائل میں دلائل وشواہد کی ترتیب بھی انتہائی دل پذیر اور حقیقت نگاری کا منہ بولتا ثبوت ہے، تعارف نگار حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی رقم طراز ہیں:

''امتناع کذب باری کا مسئلہ باب الٰہیات کا ہے، باب نبوت میں ختم نبوت، امتناع نظیر، تعظیم رسول ﷺ، بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ اور مومنین کی عزت، شفاعت، علم غیب رسول، عقیدۂ حاضر وناظر، توسل ونداء، تصرفات انبیا، شارع اسلام کے تشریعی اختیارات وغیرہ بطورِ خاص قابل ذکر ہیں جن پر الگ الگ مباحث ہیں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کی رنگا رنگی میں عقائد اہل سنت کا چہرہ آفتاب نیم روز کی طرح چمک رہا ہے اور باطل عقائد ونظریات کی روسیاہی بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اور غیر مقلدین کا پانی کے بلبلوں کی طرح بنا ہوا شیش محل لمحہ لمحہ پانی میں تحلیل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔'' (جلد دوم، ص: ۲۹۹)

سولہویں اور سترہویں مسئلے میں اجماع اور قیاس کے حجتِ شرعی ہونے پر تقریباً پچاس صفحات میں کارآمد بحثیں کی گئی ہیں۔ ''اجماع امت خطا سے پاک اور حجت شرعی ہے'' اس موقف پر اہل سنت کی پانچ دلیلوں کا ذکر ہے اور احادیث اجماع کو پانچ انواع میں تقسیم کیا گیا ہے، پھر احادیث متواترہ کے مقابل فرقہ وہابیہ کا موقف بیان کیا گیا ہے۔
اخیر میں ''آگاہی'' کے ذیلی عنوان سے مصنف کتاب لکھتے ہیں:

''ہم یہاں اپنے برادران دینی کی آگاہی کے لئے یہ وضاحت بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اجماع کی حجیت پر تمام اہل قبلہ کا اتفاق عہد سلف میں ہی ہو چکا ہے، اس لئے اس کے بعد کے زمانے میں کبھی کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کہ یہ خرقِ اجماع ہے جو شرعاً بہت معیوب اور ناقابل اعتنا ہے۔'' (جلد اول، ص: ۴۸۳)

فقہ کی چوتھی دلیل ''قیاس شرعی'' ہے، اس لئے احادیث نبویہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ قیاس در اصل کتاب اللہ یا سنت اللہ یا اجماع سے ماخوذ ہوتا ہے اس لئے یہ کتاب وسنت واجماع کے احکام کا مظہر اور فقہ کی دلیل رابع ہے۔

ان سترہ مسائل کی تحقیق وتنقیح پر جلد اول مکمل ہو جاتی ہے اور جلد دوم سے باب دوم شروع ہوتا ہے، جس میں فروعی عقائد سے متعلق تین اہم مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں: (۱) بدعت، احادیث نبویہ کی روشنی میں (۲) محفل میلاد النبی، کتاب وسنت کی روشنی میں (۳) صلاۃ وسلام بحالت قیام، کتاب وسنت کی روشنی میں۔

تیسرا باب فروعی مسائل کے بیان میں ہے جس میں مجموعی طور پر درج ذیل ۱۲ عناوین پر گفتگو کی گئی ہے:

(۱) وضو میں نیت فرض ہے یا سنت، احادیث نبویہ کی روشنی میں
(۲) نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، احادیث نبویہ سے روشن ثبوت (۳) صبح روشن میں نماز فجر پڑھنے کا استحباب
(۴) سایہ ایک مثل ہونے پر بھی وقت ظہر باقی رہتا ہے
(۵) سفر میں جمع بین الصلاتین
(۶) نماز میں رفع یدین جائز، غیر مستحب ہے
(۷) پست آواز سے آمین کہنا افضل ہے یا بلند آواز سے؟
(۸) مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کرے
(۹) استخارہ، احادیث نبویہ کی روشنی میں
(۱۰) بالغ کو دودھ پلانے سے حرمت رضاعت
(۱۱) ایک نشست میں تین طلاق، تین یا ایک؟
(۱۲) حلالہ حلال یا حرام؟ کتاب وسنت سے شافی جواب

اِس جلد میں بھی حضرت سراج الفقہاء نے ایک بسیط مقدمہ تحریر

فرمایا ہے۔ تابش اول اور تابش دوم علی الترتیب ''فقہی مذاہب پر فہم احادیث اور خیر القرون و مابعد کے رُواۃ کا اثر۔ واقعات اور احادیث کے اجالے میں'' اور ''اجتہادی مسائل میں اہل سنت کا موقف احادیث نبویہ کی روشنی میں'' کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سراج الفقہاء علم حدیث، اصول حدیث، تاریخ تدوین حدیث، اسماء الرجال، نقد حدیث، جرح وتعدیل اور محدثین وائمہ کرام کے نقطہ ہائے نظر پر عالمانہ دست رس رکھتے ہیں اور ایک فقیہ متبحر کے لئے علوم حدیث کا علم ہونا بے حد ضروری ہے۔

حضرت سراج الفقہاء دام ظلہ العالی کی جملہ تصانیف میں ایک وصفِ خاص قدر مشترک کی شکل میں نظر آتا ہے کہ انھوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی تحقیقات وفتاویٰ اور کتب و رسائل کو فقیہانہ ومحدثانہ نگاہ سے پڑھا ہے اور اس بحر بے کراں سے بیش قیمت موتی چنے ہیں۔ اس کتاب میں بھی ان کی وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظر کے نمونے جا بجا دِکھائی دیتے ہیں اور کتاب کے استناد و اعتبار میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

اسی جلد میں استاذ گرامی مولانا نفیس احمد مصباحی کی ۳۸ صفحات پر مشتمل ایک تفصیلی سوانحی تحریر شامل ہے جو کتاب اور صاحب کتاب کے احوال وآثار کا تجزیہ پیش کرتی ہے، جو پر اثر بھی ہے اور قابل مطالعہ بھی۔

اس کے بعد دونوں جلدوں میں شامل ۲۵۵ آیات قرآنیہ اور ۵۲۰ احادیث نبویہ کی فہرست درج ہے اور ''مختار الاحادیث'' کے نام ۲۰۲، احادیث کا انتخاب دیا گیا ہے، مصنف نے چند جملوں میں اس انتخاب کے مقاصد بیان کیے ہیں اور شعبہ اختصاص فی الحدیث کے تعلیمی سال کے چار شش ماہی کے پیش نظر اُسے چار اجزا میں تقسیم کیا ہے اور طلبہ مدارس سے اپیل کی ہے کہ یہ حدیثیں ضرور یاد کریں اور لوگوں تک انھیں پہنچا کر بشارتِ نبوی کے حق دار بنیں۔

چوں کہ یہ ایک تعارفی تحریر ہے اس لئے ہم شواہد کی پیش کش سے گریز کرتے ہوئے قارئین کو از خود مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں تا کہ انھیں اندازہ ہو کہ یہ کتاب دراصل کس درجہ عالمانہ ومحققانہ ہے اور کس قدر نفیس بحثوں کا مجموعہ ہے، ہندوستان سے اس کتاب کا پہلا ایڈیشن اور پاکستان کے تین طباعتی اداروں سے الگ الگ ایڈیشن شائع ہونا اس کی مقبولیت کا واضح ثبوت ہے۔

تبصرہ نگار عوام وخواص سے گزارش کرتا ہے کہ اپنی قومی اور ذاتی لائبریریوں میں اس کتاب کو ضرور رکھیں اور غیر مقلدین کی فتنہ انگیزی سے خود بھی محفوظ رہیں اور دوسروں کو بھی بچانے کا جتن کریں۔

اللہ عزوجل حضرت مصنف دام ظلہ العالی کی یہ علمی خدمت قبول فرمائے اور مزید کی توفیقات سے نوازے۔ آمین

ملنے کے پتے:

(۱) مجلس برکات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ۔ یوپی
پن کوڈ: ۲۷۶۴۰۴ فون نمبر: 07237876095

(۲) مجلس برکات، گلی املی والی مسجد، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶
فون نمبر: 09990268735/09911198459

(۳) برکاتی بک سینٹر، قادری مسجد، جوگا بائی، ذاکر نگر، نئی دہلی
9990261528

(۴) مکتبہ برہان ملت، پرانی بستی، مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی
84180051111,9621111959

☆☆☆

اصلاح معاشرہ

جبری جہیز نے محبت میں زہر گھول دیا

حافظ محمد ہاشم قادری★

دنیا کے تمام مذاہب میں شادی کا رواج پایا جاتا ہے۔ مذہب اسلام نے نکاح شادی کو عبادت کا درجہ دیا ہے اور بے شمار فضائل وفوائد بتائے۔ اسلامی طریقہ نکاح کے بعد زوجین سماج میں شادی شدہ جوڑے کی طرح رہنے کے لائق ہوجاتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجاتے یعنی اپنی فطری جسمانی ضرورت پوری کرسکتے ہیں۔

یاد رہے کہ بغیر نکاح کے اسلام میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں اگر وہ جسمانی تعلق قائم کرتے ہیں تو اسلام اُسے حرام قرار دیتا ہے، زنا قرار دیتا ہے اور اگر نکاح کرکے اپنے تعلقات قائم کرتا ہے تو رب تبارک وتعالیٰ نے اسے خوش خبری سنائی:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔ (القرآن، سورہ روم: ۳۰، آیت ۲۱)

ترجمہ: اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے جوڑے بنائے تا کی تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بیویاں بنائیں جو شرعی نکاح کے بعد تمہاری بیویاں بنتی ہیں، جن سے تم سکون حاصل کرتے ہو۔

انسانی نفسیات اور ضروریات کو دیکھتے ہوئے اسلام نے نکاح ''شادی'' کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن واحادیث میں بہت تاکید آئی ہے، قرآن مجید میں نکاح کے احکام ۲۷؍ جگہوں پر مختلف طریقوں سے موجود ہیں۔ رب تبارک وتعالیٰ اس طرح حکم فرمارہا ہے:

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (القرآن، سورہ نور: ۲۴، آیت ۳۲)

ترجمہ: نکاح کردواپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں، کنیزوں کا۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے شرم گاہوں کی حفاظت کا بہترین طریقہ بتایا کہ تم میں جو بغیر نکاح کے ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں، کنوارے یا طلاق شدہ اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو بھی ہوں ان سب کا نکاح کردو۔ (تفسیر خازن ج، ۳ص ۳۵۰)

(نکاح سے متعلق مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہار شریعت جلد ۲ سے حصہ ۷ کا مطالعہ فرمائیں۔ یہ عالم دین بنانے والی کتاب ہے)

نکاح خوش حالی وفراخی رزق کا ذریعہ:

نکاح سے تنگ دستی دور ہوتی ہے اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ کے فرمان پر کامل ایمان رکھنا چاہیے۔ نکاح کی برکت سے رزق میں برکت ہوتی ہے بہت احادیث موجود ہیں۔ فرمایا آقا ﷺ نے تم نکاح کے ذریعے رزق تلاش کرو۔ عورتوں سے نکاح کرو، وہ تمہارے پاس (اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور) مال لائیں گی۔

(مسند الفردوس، ج ۱ ص ۸۸ حدیث: ۲۸۲)

ایک شخص نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوکر اپنی تنگ دستی اور غربت کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر لازم ہے کہ شادی کرلو۔ (الافصاح عن احادیث النکاح الحدیث الرابع بعد المائۃ، ۱؍۴۱)

بلا مطالبہ جہیز بہت بڑا دھوکہ ہے: نکاح یقیناً اللہ کی رحمت ہے لیکن مطالبہ جہیز نے پورے معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ بلا مطالبہ جہیز لینا بہت ہی خوبصورت پیکنگ میں لیے ہوئے جہیز کی سب سے بڑی منافقت (ریا کاری، نمائشی عمل، دل میں کفر زبان پر ایمان کی باتیں، دوغلاپن، مکاری ہے) ''ہمیں کچھ لینا نہیں صرف لڑکی چاہیے'' (سب سے بڑا جھوٹ) لیکن ملے ہوئے جہیز کو ہڑپ لینا، ہپک لینا عام بات ہے۔ دراصل سماج کا، خاندان کا لڑکے والوں کا اتنا

دباؤ لڑکی والوں پر رہتا ہے کہ خدا کی پناہ! بلا مطالبہ کہہ کر جہیز لینے والے بے شرم، ظالم یہ نہیں سوچتے جو جہیز، فریج، واشنگ مشین، اے سی، زیورات، گاڑی وغیرہ آج ان کے گھر کی زینت بنے ہوئے ہیں اور ان کے لیول کو ہائی کر رہا ہے۔ دراصل وہ لڑکی کے لاچار و مجبور ماں باپ نے بڑی جانفشانی اور کوفت، بہت رنجیدہ ہو کر اپنی زمین فروخت کر ڈالی، دوکان بیچ ڈالی، اپنی بیوی کے زیورات بیچ ڈالے جب ساری ڈیمانڈ پوری نہ ہو سکی تو (کبھی نہ ختم ہونے والا قرض) سود پر لے لیا۔

بیٹی کی شادی کے بعد ماں باپ سسک سسک کر پیٹ کاٹ کاٹ کر (آدھا پیٹ کھا کر) انتہائی ضروری ضرورتوں کو چھوڑ کر ساری زندگی سودی قرض ادا کر رہے ہیں اور بلا مطالبہ جہیز کے ناسور (وہ زخم جس سے ہمیشہ مواد بہتا رہتا ہے اور کبھی اچھا نہیں ہوتا، سخت تکلیف دہ) کا درد سہ رہے ہیں اور یہ جو کام ہے، زمین بیچنا، پراپرٹی بیچنا کبھی بھی کوئی بھی شخص خوشی سے نہیں کرتا، نہ ہی بیچتا ہے، بغیر مجبوری دباؤ کے۔

جہیز کے نام پر قتل وغارتگری عام بات: جہیز کے نام پر ہراساں کرنا، ٹارچر کرنا، جلا دینا، مار دینا، مجبور ہو کر لڑکیوں کا خودکشی کرنا، اب ملک کے ہر علاقے اور طبقے میں عام ہو گیا ہے۔ اگر ہندوستانی معاشرے کے تناظر میں دیکھیں، جہاں جہیز جیسی بیماری، ناسور، ہر لڑکی کے ساتھ جڑی ہے کیونکہ لڑکے والوں کی حرص، لالچ میں ایک عجیب سی کیفیت نظر آتی ہے۔

حرص کھا جاتی ہے غریب کا رزق   ورنہ کچھ کم تو یاں اناج نہیں

کیوں مال و زر کی حرص میں خود کو کرو ہلاک
یہ زر نہ کام آئے گا کچھ بھی بزیر خاک

یہاں جو لڑکی جس قدر تعلیم یافتہ ہے اس کے ساتھ لڑکے کے والدین لڑکی کی جانب سے اسی قدر زیادہ جہیز کی اُمیدیں کیے رہتے ہیں اور اُسی لحاظ سے ڈیمانڈ کرتے ہیں۔ لڑکے کے والدین، سماج اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ اس لڑکی کی تعلیم پر کس قدر وسائل خرچ کیے ہیں اور کس محنت اور جانفشانی سے اسے تعلیم یافتہ بنا کر ایسا قابل ہیرا بنایا ہے کہ وہ اہل خانہ کی معاشی خوشحالی میں بھی معاون و مددگار رہو گی۔ ان گنت سبق آموز واقعات موجود ہیں۔

اِنتہائی دردناک تازہ واقعہ گجرات احمد آباد کی دوشیزہ جو صرف ۲۳ سال ہی کی تھی عائشہ کی خودکشی کا ہے جس نے کروڑوں لوگوں کے دلوں کو دہلا دیا، رُلا دیا، باپ نے پہلے جان توڑ محنت کر کے اُس کی پرورش اور تعلیم پر خرچ کیا پھر جہیز کے لئے پائی پائی جمع کر ظالم کو خون پسینہ کی کمائی سے جہیز دیا اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ اپنے جگر کے ٹکڑے ''بیٹی'' کو دے دیا۔ آصف خان درندہ صفت کا پیٹ جہیز سے نہیں بھرا، کئی بار اُس کی جانب سے ڈیمانڈ کی گئی چیزیں اور رقم اس کے غریب باپ کی جانب سے اس تک پہنچائی گئیں، ڈیمانڈ کے بہانے عائشہ پر زدوکوب کرنے پر اُس کا حمل بھی ضائع ہو گیا جس کی وجہ سے عائشہ بہت زیادہ ذہنی دباؤ میں تھی، بالآخر مجبور ہو کر عائشہ نے خودکشی کا فیصلہ کر لیا اور سابرمتی ندی میں کود کر اپنی قیمتی جان ختم کر لی۔ عائشہ نے ہماری غیرت کو جھنجھوڑنے کے لئے مرنے سے پہلے ویڈیو بنا کر عام کر دیا تاکہ دنیا بھی دیکھ لے۔

تین برس میں پچیس ہزار قتل: جہیز کے لئے قتل عام بات ہو گئی ہے، بی بی سی اردو ڈاٹ کام نئی دہلی، کے رپورٹر شکیل اختر کی رپورٹ کے مطابق بھارت اقتصادی طور پر بہت تیزی سے بدل رہا ہے لیکن اس کی مناسبت سے فرسودہ قدامت پسند اور عورت مخالف سوچ میں بہت زیادہ تبدیلی نہیں آئی ہے، تصویر کا ذریعہ THINKSTOCK، تصویر کا کیپشن بھارت میں ابھی بھی قدامت پسندی میں تبدیلی نہیں آئی ہے۔ انڈیا کی پارلیمان میں بتایا گیا ہے کہ ۲۰۱۲ء سے ۲۰۱۴ء میں تین برس کے درمیان جہیز کے لین دین سے منسلک ۲۴۷۰۰ر اموات درج کی گئیں۔ نیشنل کرائم بیورو کے ریکارڈ کے مطابق ۲۰۱۲ء میں ۸۲۳۳ر شادی شدہ خواتین کی جہیز کے لین دین کے حوالے سے موت ہوئی ۲۰۱۳ء میں ۸۰۸۳ر اور ۲۰۱۴ء میں ۸۴۵۵ر نئی شادی شدہ خواتین موت کا شکار ہوئیں۔ تین برس کی اس مدت میں جہیز کے ۳۰ر ہزار سے زیادہ مقدمات درج کیے گئے۔ پولیس کے کرائم ریکارڈ بیورو کے پورے ملک سے جمع کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق تین برس کی مدت میں ۲۴۷۰۰ خواتین کی موت رجسٹر کی گئی۔ اس لحاظ سے اوسطاً ہر روز ۲۲ر نئی شادی شدہ خواتین جہیز کی بھینٹ چڑھیں۔

آگے لکھتے ہیں کہ ایک جمہوری ملک ہونے کے باوجود بھارتی معاشرہ خواتین کے معاملے میں اب بھی تفریق اور بے حسی سے دوچار ہے۔ دنیا کے کسی اور ملک میں اگر سال بھر میں آٹھ ہزار خواتین جہیز یا کسی اور معاملے کے لئے قتل کر دی جاتیں تو یہ اس ملک کا قومی مسئلہ بن

گیا ہوتا لیکن بھارت میں ۲۵ ہزار خواتین کے مشتبہ قتل کی خبر بیشتر اخباروں میں شائع تک نہیں ہوئی ہے۔ایک سرکردہ اخبار نے اس خبر کو ۱۳ ویں صفحہ پر شائع کیا ہے۔ (رپورٹ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے) اور ہمارے مہان بھارت کی تصویر ہے جس پر شرم آتی ہے۔

نکاح شادی کی تقریبات میں دُنیا کی خُرافات:

شادیوں کی تقریبات میں اب نکاح کے سوا کوئی بھی کام اسلامی رہ ہی نہیں گیا کچھ کو چھوڑ کر الا ماشا اللہ۔نکاح کی ضرورت کے علاوہ ۸۰ فیصد سے لے کر ۹۰ فیصد فیصد تک سب کی سب فضول خرچی، دکھاوا میں خرچ کیا جا رہا ہے۔صرف ۴ گھنٹے کی شادی میں واہ واہی کے لئے، نام ونمود کے لئے اپنی شان وشوکت کے لئے کہ دیکھو سماج والو! ہم کسی سے کم نہیں۔کم سے کم ۵ لاکھ دس لاکھ ۲۰ لاکھ سے بھی زیادہ اپنے بیٹیوں اور بیٹوں کے لئے خرچ کرتے ہیں۔یہ قوم کیسے ترقی کرے گی جو بیٹے، بیٹیوں کی شادیوں میں فضول خرچی کی ساری حدود توڑ کر نام ونمود کے لئے خوب خرچ کرتی ہے،لیکن بیٹیوں، بیٹوں کی تعلیم پر اتنی زیادہ دولت نہیں خرچ کرتی ہے۔اللہ خیر فرمائے! یہ کون سا کردار ہے؟ یہ مومنانہ کردار تو نہیں ہوسکتا؟ نہ ہی رسول ﷺ کا اُسوہ حسنہ اور نہ ہی صحابہ کرام کا طریقہ۔ یہ تو اہل کفر کا جو معاشرہ ہے اس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، دعویٰ ہے مسلمان ہونے کا اِس سے بڑی منافقت تو اور ہو ہی نہیں سکتی۔

رسول رحمت ﷺ کی شادیوں کی تفصیل پڑھیں کیا کہیں بھی ہماری فضول خرچی و بے جا رسومات کی جڑیں آپ ﷺ تک پہنچتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔آپ ﷺ کی شادیوں کی جو روایات کتب کثیرہ میں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ کی ازواج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام بیوہ و مطلقہ (طلاق شدہ) تھیں، زیادہ شادیوں کا عرب میں عام رواج تھا۔مورخین کے مطابق اکثر شادیاں مختلف قبائل سے اتحاد کے لئے یا اُن خواتین کو عزت دینے کے لئے کی گئیں تھیں۔ان میں سے کچھ سن رسیدہ تھیں،اس لئے حضور ﷺ پر کثرت ازدواج کا الزام لگانے والوں کی دلیلیں ناکارہ ہو جاتی ہیں۔ان میں سے صرف حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما سے اولاد ہوئیں۔ آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت سے قبل ۲۵ سال کی عمر شریف میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پہلی بیوی تھیں اور آپ کی اولاد میں حضرت ابراہیم بن محمد کے سوا تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں ان ہی کے بطن مبارک سے ہوئیں۔ان کے ساتھ آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی ۲۵ سال تھی، اس دوران آپ نے کوئی اور شادی نہیں کی۔باقی تمام شادیاں ۵۰ سال کی عمر شریف کے بعد کی ہیں۔آپ ﷺ نے اپنی چار بیٹیوں کی شادی کی (۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۲) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا (۴) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔کہیں بھی افراط وفضول خرچی کی نظیر نہیں پائی جاتی، خود آپ ﷺ نے گیارہ شادیاں کی کہیں فضول خرچی کی دلیل موجود نہیں۔

فضول خرچی پر قرآن مجید میں کئی جگہوں پر سخت وعید آئی ہے:

إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ (سورہ بنی اسرائیل:۱۷،آیت ۲۷)

ترجمہ: بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ جب رب کے حکم پر نہیں چل رہے ہیں، نبی کے اسوہ پر عمل نہیں کر رہے ہیں، صحابۂ کرام کے طریقے پر عمل پیرا نہیں تو پھر سوال یہ ہے کس کی پیروی کی جا رہی ہے؟ پھر تو ہمیں مسلمان ہونے کا ڈرامہ نہیں کرنا چاہیے۔حکومتوں کا ڈنڈا،کورونا کی گائیڈ لائن کے پالن میں ۱۰۰ لوگوں کی پارٹی بہت آرام سے ہو رہی تھی، جو قوم خدا کے خوف سے عاری ہو اور انسانوں وحکومتوں کے خوف کو مسلط کر لے وہ بھلا فلاح کیسے پائے گی؟ شادی کی تقریبات میں فضول خرچی کرنے والوں کے خلاف بیانگ دہل اعلان تو نہیں ہو رہا ہے؟ آں قدر، ایں قدر آنجناب، اعلیٰ جناب، سبھی تو قورمہ، بریانی لذیز کھانوں کا مزہ لے رہے ہیں، ذمہ دار بھی بائیکاٹ نہیں کر رہے ہیں، ہڑپ، ہڑپ، ہپک، ہپک کر کھا کر اطمینان کر لے رہے ہیں تو پھر کیسے اس سماجی برائی کا خاتمہ ہوگا؟ لڑکی والوں کے یہاں کھانا اور باراتیوں کا زبردست انتظام یہ کہاں کا طریقہ ہم نے اپنایا ہے؟ لڑکے والوں کے یہاں کا کھانا تو سنت سے جڑا ہے کہ شادی کے بعد ''شب زفاف'' ہوگی تو اب آپ دعوت ولیمہ میں خوشی سے اپنے دوست واحباب کو کھلائیں نہ کہ آپ ہزاروں ہزار کو پُر تکلف دعوت دیں اور غریبوں کو چھوڑ دیں یہ بھی سنت کے خلاف ہے اور دعوت بڑے بڑے میرج ہالوں میں یا گھروں کو بقع نور بنا کر قمقموں سے خوب سجانا (وغیرہ) یہ سب فضول خرچی کا ایک دن حساب دینا ہوگا۔

ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کریں:

شریعت کے خلاف شادیوں کا بائیکاٹ بہت ضروری ہے۔ نکاح کو کاروبار نہ بنائیں۔ نکاح عبادت ہے، شادیوں میں جتنی بھی رسمیں ہیں اللہ کے خوف سے عاری کم عقلی کی وجہ سے ہیں اور یہ اللہ و رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ۔

(سورہ طور: ۵۲ آیت ۳۲)

ترجمہ: کیا اُن کی عقلیں انہیں یہ (بے عقلی کی باتیں) سمجھاتی ہیں یا وہ سرکش و باغی لوگ ہیں۔

آج اِس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ہم ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کریں جو اللہ و رسول کے طریقہ سے بغاوت کر کے کی جا رہی ہیں، چاہے جو بھی ناراض ہو، ہم اِن شاءاللہ تعالیٰ ضرور بائیکاٹ کریں گے۔ بائیکاٹ ایک بہتر طریقہ ہے اس لئے کہ آدمی یہ سوچتا ہے کہ ہم جو کام کر رہے ہیں لوگ بھی خوش ہیں، لوگ مبارک بادیاں دے رہے ہیں اور واہ واہی کر رہے ہیں تو ایسے میں اُس کو شریعت کے خلاف کام کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اور اس کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم غلط کام کر رہے ہیں لہٰذا ایسی شادیوں کا بائیکاٹ بہت ضروری ہے۔

ایک ظلم تو یہ ہے کہ جو خود جہیز دے رہا ہے، دوسرا ظلم یہ کہ ہم ایسی شادیوں میں دعوتیں اُڑا رہے ہیں، یہ بھی ظلم ہے لہٰذا ہم سب ایسی شادیوں میں شریک ہی نہ ہوں ہمیں حوصلہ دکھانا ہوگا۔ ہم سب کو خلوص کے ساتھ جہیز لین دین کے عمل کو ہر ممکن روکنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایسی شادیوں کے بائیکاٹ کے عمل کو پورا کرنا چاہیے۔

اللہ ہم سبھی کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

☆ خطیب و امام مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، جمشید پور، جھارکھنڈ -09279996221

مرکز سنی دعوت اسلامی ممبئی میں مومنٹو پیش کر کے محمد ضیاء الدین برکاتی کی حوصلہ افزائی کی گئی

سنی دعوت اسلامی کے بانی داعی کبیر حضرت مولانا محمد شاکر نوری کی جانب سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا وشیخ الحدیث مفتی محمد نظام الدین رضوی کے صاحبزادے مولانا محمد ضیاء الدین برکاتی کو بھارت کے سب سے بڑے صحافی ساز ادارہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونی کیشن (آئی آئی ایم سی) نئی دہلی کے شعبۂ صحافت اردو، شعبۂ صحافت ہندی (پی جی ڈپلوما کورس) میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے کے اعزاز میں ''گولڈ میڈل'' حاصل کرنے پر ہفتہ واری اجتماع کے موقع پر مرکز سنی دعوت اسلامی ممبئی میں خصوصی استقبالیہ کی تقریب میں مومنٹو پیش کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ یہ مومنٹو حضرت مولانا شاکر علی نوری اور مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی کے مبارک ہاتھوں سے دیا گیا۔

مولانا مظہر حسین علیمی نے کہا کہ اس اہم ترین صحافتی اعزاز کے ساتھ مولانا ضیاءالدین برکاتی مدارس کی دنیا کے پہلے فرزند ہو گئے ہیں جنھوں نے بیک وقت اردو اور ہندی صحافت میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ آپ نے ادارہ کے انٹرینس امتحان میں بھی پہلی پوزیشن حاصل کی اور ششماہی امتحان میں بھی اردو۔ ہندی صحافت میں پہلی پوزیشن حاصل کر کے ادارہ سے حوصلہ افزائی کا انعام حاصل کر چکے ہیں۔ ساتھ ہی ادارہ کی جانب سے قومی سطح کے کوئز کمپٹیشن میں تیسری پوزیشن حاصل کر کے قوم کی ترجمانی کر چکے ہیں۔ یہ بات اور زیادہ قابل فخر ہے کہ آپ شعبۂ صحافت اردو سے تعلق رکھتے تھے لیکن آپ کی اکثر کلاسیز ہندی کے ساتھ ہوئیں مگر آپ اپنی محنت و قابلیت کی بنا پر شعبۂ صحافت ہندی میں بھی لگاتار ششماہی و سالانہ میں مجموعی نمبروں میں بڑے فاصلے سے پہلی پوزیشن حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ قاری محمد رضوان مظہری نے کہا کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے یہاں دینی و عصری تعلیم کی تفریق نہیں تھی، وہ عالم ہونے کے ساتھ سائنس وٹکنالوجی اور فن طب وغیرہ میں ماہر ہوتے۔ گوگل پر ''مسلم سائنس داں'' سرچ کریں تو اُن کی تصویریں بتائیں گی کہ وہ باریش، عمامہ باندھے ہوئے علما کی شکل میں نظر آئیں گے۔

امیر سنی دعوت اسلامی نے ہفتہ واری اجتماع میں دوران خطاب کہا کہ ظلم کا انجام بہت ہولناک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ جب ظالم کی پکڑ فرماتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت کسی بھی انسان کو بچا نہیں سکتی۔ ظلم کی وجہ سے انسان بسا اوقات ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ظلم یزیدی فعل ہے اور مظلوم ہونا حسینی وصف ہے، لہٰذا مظلوم بن کر زندگی گزارو! ظالم و جابر بن کر زندگی ہرگز مت گزارو! کربلا کا ایک اہم پیغام صبر وشکر اختیار کرنا اور ظلم وستم سے دوری اختیار کرنا ہے۔

شخصیات اسلام

دوسری اور آخری قسط

حضرت خالد بن ولید اسلامی تاریخ کے عبقری جرنیل

عطاء الرحمٰن نوری٭

حصارِ طائف میں حضرت خالد کا مکالمہ:

معرکۂ حنین میں ہوازن وثقیف کا لشکر جرار شکست سے دوچار ہوکر نخلہ، اوطاس اور طائف کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ لشکر کی کثیر تعداد طائف کے مستحکم قلعوں میں مورچہ بند ہونے کے لئے دوڑی۔ ماہ شوال ۸ھ میں سرکار دوعالم فداہ ابی وامی نے طائف کی طرف روانگی کا حکم فرمایا۔ دفاعی نقطۂ نظر سے طائف کا شہر بہت مستحکم تھا اُس کے اردگرد دوہری فصیل تھی۔ طائف کے باشندوں نے جب دیکھا کہ اسلامی لشکر اُن کے شہر کے قریب پہنچنے والا ہے تو انہوں نے عزم مصمم کر لیا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے شہر کا دفاع کریں گے اور مسلمانوں کے لئے اس شہر میں داخلے کو ناممکن بنادیں گے۔ سرکار دو عالم ﷺ کو جب طائف کے قبیلۂ ثقیف کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لئے طائف کا رخ کیا۔

حضور پاک ﷺ نے اپنے سے پہلے حضرت خالد بن ولید کو ایک ہزار مجاہدین کا کمانداربنا کر طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طائف پہنچ کر قلعہ کے ایک کونہ میں اپنے خیمے نصب کر دِیے۔ قبیلۂ ثقیف کے جوان مسلح ہوکر قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہوگئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے اردگرد چکر لگایا تا کہ اس میں داخل ہونے کا کوئی راستہ دریافت کرسکیں۔ جب کوئی راستہ نہ ملا تو آپ نے ایک طرف کھڑے ہوکر بلند آواز سے قلعہ والوں کو پکارا کہ تم سے بعض آدمی قلعہ سے اتر کر میرے پاس آئیں تا کہ ہم باہمی مذاکرات سے کسی نتیجہ پر پہنچیں۔ جب تک تمہارے آدمی ہمارے پاس رہیں گے ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر تمہیں ہمارے پاس آنے میں کوئی عذر ہے تو اسی شرط پر میں تمہارے پاس آنے کے لئے اور گفتگو کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تمہیں میری حفاظت کا یقین دلانا ہوگا۔ انہوں نے کہا: نہ ہم سے کوئی آدمی آپ کے پاس بات چیت کے لئے آئے گا اور نہ ہم آپ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے خالد! آج تک تمہارے صاحب کو کسی ایسی قوم سے جنگ کرنے کا اتفاق نہیں ہوا جو جنگ کرنے میں مہارت رکھتی ہو۔ پہلی دفعہ انہیں ہم سے برسرِ پیکار ہونے کا موقع ملا ہے۔ ہم انھیں بتائیں گے کہ جنگجو کیسے ہوتے ہیں اور میدان کارزار میں وہ اپنے مدمقابل کو کس طرح شکست سے دوچار کرتے ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان گیدڑ بھبکیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرے آقا محمد مصطفی ﷺ نے اس سے پہلے خیبر میں یہود کے قلعوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اہلِ فدک کی طرف حضور ﷺ نے صرف ایک آدمی بھیجا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دِیے۔ میں تمھیں اس ہولناک انجام سے ڈراتا ہوں جو بنی قریظہ کا مقدر بنا پھر حضور ﷺ نے مکہ پر اپنی فتح کا پرچم نصب کیا۔ اس کے بعد قبیلۂ بنی ہوازن کو دندان شکن شکست دی۔ تمہاری تو اُن طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ تم صرف ایک چھوٹے قلعہ میں سمٹ کر بیٹھے ہو۔ اگر رسول گرامی وقار ﷺ تم پر حملہ نہ بھی کریں گے تو اردگرد کے قبائل ہی تمہاری تکہ بوٹی کردیں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجنے کے بعد رسول اکرم ﷺ ۸ ی رھ ماہِ شوال میں بنفس نفیس طائف میں تشریف لائے۔ (ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ۵۲۱)

اس محاصرے سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ طائف کے نواحی قبائل مسلمان ہوگئے۔ طائف کی فتح کو حضور ﷺ نے اسی وقت ضروری نہ سمجھ کر وہاں سے مراجعت کی۔ (تاریخ اسلام، جلد اول، ص ر ۲۱۰)

نجران میں حضرت خالد بن ولید کی دعوتی خدمات:

ماہ ربیع الاول ۱۰ رھ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو مجاہدین کا سالار بنا کر نجران کی طرف بھیجا تا کہ بنوالحارث بن کعب کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضور انور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جب وہاں پہنچیں تو فوراً اُن پر حملہ نہ کر دیں بلکہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو اُن کو

امن دے دیں اور وہاں سکونت پذیر ہوں اور اس اثناء میں قرآن کریم اور سنّت نبوی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد وفرائض کے بارے میں ان کو تلقین کریں۔لیکن اگر وہ تین بار اسلام قبول کرنے کی دعوت کے بعد بھی اسلام کو قبول کرنے سے انکار کردیں تو پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت ہے۔

اہل نجران، نصرانی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوکر نجران کے علاقے میں پہنچے اور اپنے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر اس علاقے کے مختلف اطراف واکناف میں بھیجے تاکہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں۔جب ان حضرات نے مختلف آبادیوں میں پہنچ کر اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو ان سب نے اسلام قبول کرلیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہاں کچھ عرصہ سکونت پذیر رہے اور حسب ارشادِ رسالت مآب ﷺ ان کو قرآن کریم کی سورتیں یاد کراتے رہے۔حضور ﷺ کی سنت مطہرہ پر ان کو آگاہ کرتے رہے اور دین اسلام کے بنیادی عقائد اور احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے رہے۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کامیابی کے ساتھ اس علاقہ کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے بعد بارگاہِ رسالت ﷺ میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنی ساری سرگرمیوں کے بارے میں اطلاع درج کی۔سرکار دوعالم ﷺ نے اس مکتوب کا جواب تحریر فرمایا اور ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر فرمایا: ان کو اللہ کی رحمت کی بشارت سنائیں، اللہ کی نافرمانی سے ڈرائیں۔جب بھی مدینہ واپس آؤ تو ان کا ایک وفد اپنے ہمراہ لاؤ۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو اُن کا ایک وفد اپنے ہمراہ لائے جو اُن کے رؤساء پر مشتمل تھا۔(ضیاء النبی ﷺ، ج ۴، ص ر ۳۰۷)

آپ نے پیغمبر اسلام ﷺ کی ظاہری حیات میں جمادی الاولی ۸ھ ر ستمبر ۶۲۹ء اردن میں جنگ موتہ، ۸ھ ر ۶۳۰ء میں فتح مکہ، ۸ھ ر ۶۳۰ء میں غزوۂ حنین، ۱۵ر شوال ۸ھ ر ۵ر فروری ۶۳۰ء کو غزوۂ طائف، رجب ۹ھ ر اکتوبر ۶۳۰ء میں تبوک اور دومۃ الجندل کی مہمات اور ربیع الاول ۱۰ھ ر جولائی ۶۳۱ء میں نجران کی مہم سرکیں۔

جنگ جنگ یمامہ میں آپ کی دلیری و حاضر دماغی: عہد صدیقی کا آغاز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوجی زندگی کے عہد زریں کا آغاز بھی ہے۔حضور ﷺ کے وصال کی خبر پھیلتے ہی عرب میں بغاوتیں اور شورشیں شروع ہوگئیں، ان بغاوتوں کو فرو کرنے میں سب سے نمایاں کردار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔سب سے شدید بغاوت یمامہ کی تھی، جہاں مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعوی کرکے لوگوں کی ایک کثیر تعداد اپنے گرد جمع کرلی تھی۔مسیلمہ ایک اسلامی دستے کو شکست بھی دے چکا تھا، اب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف روانہ کیا۔آپ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ چالیس ہزار فوج کے ساتھ عقرباء کے میدان میں صف آرا ہوگیا۔شوال ۱۱ھ ر دسمبر ۶۳۲ء کو گھمسان کا رن پڑا، جنگ لمحہ بہ لمحہ تیز تر ہوتی گئی، آپ نے جب دیکھا کہ دشمن کا زور کسی طرح کم نہیں ہورہا تو آپ نے فوج کی ترتیب بدل دی۔آپ نے فرمایا: ہر قبیلہ علیٰحدہ علیٰحدہ ہوجائے اور علیٰحدہ علیٰحدہ ہوکر ہی دشمن سے مقابلہ کرے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ کس قبیلے نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔آپ کی اس تدبیر سے مسلمانوں کے حملے کا زور بڑھ گیا لیکن جب دشمن اس کے باوجود بھی میدان میں جما رہا تو آپ نے مسیلمہ کو گھیرنے کی کوشش کی اور اس کو اس حد تک دبایا کہ وہ قریب کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہوگیا بالآخر مسیلمہ مارا گیا۔اس کی موت اس کی فوج کے لئے شکست کا باعث بنی۔عقرباء کی جنگ میں اکیس ہزار کافر ومرتد مارے گئے اور ان میں ساٹھ ہزار تعاقب میں ہلاک ہوئے۔مسلمان شہداء کی تعداد میں ایک بہت بڑی تعداد قرآن پاک کے حافظوں کی بھی تھی، اب تک کسی جنگ میں نہ اتنی تعداد میں کافر مارے گئے اور نہ ہی مسلمان شہید ہوئے۔غالباً اس جنگ میں مسیلمہ کی فوج کے اکیس ہزار (۲۱۰۰) لوگ مارے گئے اور بارہ سو مسلمان شہید ہوئے۔

(حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۲۰)

سلطنتِ فارس (ایران) کی مہم: حضرت خالد رضی اللہ عنہ ابھی یمامہ ہی میں تھے کہ فرات کی وادی میں ایرانیوں اور عربوں کے مابین جنگ چھڑ گئی۔خلیفۃ المسلمین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان پر آپ کو عراق کا رخ کرنا پڑا۔سلطنت ایران کے خلاف لشکر کشی سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوجی زندگی کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے۔اب تک ان کا مقابلہ اپنے ہم قوم عربوں سے تھا جو اگرچہ اپنی صفات کے لحاظ سے جنگجو اور دلیر تھے مگر جنگی ساز وسامان اور جنگی تجربے کے لحاظ سے مسلمانوں پر کوئی خاص برتری نہیں رکھتے تھے

لیکن اب آپ کا سابقہ سلطنت ایران سے تھا، جن کا شمار دنیا کی طاقتور حکومتوں میں ہوتا تھا، جس کے پاس ہر قسم کا جنگی ساز وسامان وافر مقدار میں موجود تھا، ایرانی فوجی تربیت یافتہ سپاہی تھے اور ایرانی سپہ سالار ترکوں اور رومیوں کے خلاف طویل جنگوں کا تجربہ رکھتے تھے۔

لیکن سیف اللہ کے مقابلے میں ایران کی یہ کثیر تعداد فوجیں بھی عربوں ہی کی طرح بے بس ثابت ہوئیں۔ اس عبقری سپہ سالار نے سوا سال سے بھی کم مدت میں اُبلہ سے لے کر فراض تک سات سو میل کا طویل علاقہ، جو دریائے فرات کے مغرب میں تھا، فتح کرلیا۔ آپ نے یہاں شہروں اور قصبوں کے کامیاب محاصرے کیے اور ایران نے جو بھی فوج بھیجی اسے شکست دی۔ ان لڑائیوں میں آپ کے پاس کسی بھی جنگ میں دشمن سے زیادہ فوج کبھی نہیں رہی اور دشمن بارہا ایک لاکھ اور کبھی اس سے زیادہ فوج میدان جنگ میں لایا۔ آپ نے ایران کے خلاف تقریباً پندرہ جنگیں لڑیں اور ان میں کم سے کم پانچ جنگیں، جنگ ذات السلاسل، جنگ ندار، جنگ کسکر، جنگ الیس اور جنگ فراضی ایسی ہیں جن کو ہم بڑی اور سخت لڑائیوں میں شمار کر سکتے ہیں۔

اللہ پر بھرپور اعتماد: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زیر کمان مسلمانوں کا لشکر مختلف ممالک میں فتوحات اسلامی کے ڈنکے بجا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت کے پرچم اڑا رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں شہر حیرہ کے باغی و طاغی کافروں کی شرارت وعہد شکنی کی خبر پا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ کا رخ کیا۔ بہادرانِ اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب قلعوں کو گھیرے رکھا اور لڑائی اس لئے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہِ راست پر آجائیں لیکن جب ان کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہیں دیکھی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کرکے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں اور کنیسوں پر قبضہ کرلیا۔ قبضہ کر لینے کے بعد عمرو بن عبد المسیح جو کہ نہایت بوڑھا پیر فانی تھا اپنے قلعہ سے نکل آیا۔ مسلمانوں نے اسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سامنے پیش کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبد المسیح کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا، تمہاری عمر کتنی ہے؟ عمرو نے کہا ''سیکڑوں برس''، بوڑھے کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا اُسے ساتھ کیوں لائے ہو؟ اس نے کہا: اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو میں اسے کھا کر مرجاؤں اور اپنی قوم کی ذلت وتباہی نہ دیکھوں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس پڑیا سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس سے کہا ''بے موت کوئی نہیں مرتا''، اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کرسکتا۔ یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بِسۡمِ اللّٰهِ خَيۡرِ الۡاَسۡمَآءِ رَبِّ الۡاَرۡضِ وَالسَّمَآءِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسۡمِهٖ دَآءٌ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یہ کلمات ادا کرکے وہ زہر پھانک لیا۔ اس بوڑھے کافر نے یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد کا منظر دیکھا تو ششدر رہ گیا اور وہ تمام لوگ بھی حیران رہ گئے جو قلعوں سے نکل آئے تھے۔ عمرو بن عبد المسیح کی زبان سے تو یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا کہ ''جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے''۔ (تاریخ اسلام، ج ۲، ص ۳۷۶)

عہدۂ سپہ سالاری سے برطرفی: ۲۲ جمادی الآخری ۱۳ھ/ ۲۲ اگست ۶۳۴ء کو امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس دارِ فانی سے پردہ فرمایا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔ کسی وجہ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کیا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ ۳/ شعبان ۱۳ھ/ ۲/ اکتوبر ۶۳۴ء کی صبح لشکر اسلام کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا گیا۔ دمشق میں مقیم لشکر نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی اور نئے خلیفہ کی بیعت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد سپہ سالار کی تبدیلی کا اعلان کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید نے امین الامت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں وہی جوہر دکھائے جو سپہ سالاری کے ایام میں دکھاتے تھے۔ آپ نے فرمایا ''واللہ! اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کم عمر بچے کو بھی میرا امیر بنا دیتے تو میں اس کی بھی اطاعت کرتا، میں نے تو اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کی ہوئی ہے'' (ماہ نامہ استقامت، کان پور، اسلامی جہاد نمبر، ۲۰۰۵، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی آپ بیتی، ص ۳۵)

امین الامت کی قیادت میں آپ نے جنگ یرموک اور بیت المقدس کے محاصرے میں جنگی حکمت عملی اور محیر العقول منصوبوں کے ذریعے دشمنان اسلام کو دم بخود کردیا۔ چار ماہ کے محاصرے کے

بعد بیت المقدس والوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی کہ صلح کے معاہدہ پر دستخط کے لئے خود مسلمانوں کے خلیفہ آئیں۔امین الامت کا خط پڑھ کر امیر المومنین ربیع الاول ۱۶ھ/اپریل ۶۳۷ء کو ملک شام تشریف لائے۔جابیہ کے مقام پر آپ کا پُرتپاک استقبال کیا گیا، آپ انتہائی سادہ لباس میں تھے۔بعض لوگوں نے آپ کو ترکی گھوڑا اور لباس پیش کیا۔اس پر آپ نے وہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے جو آج بھی ہمیں جذبۂ عمل فراہم کررہے ہیں، آپ نے فرمایا ''اللہ نے ہمیں اسلام کی جو عزت دی ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے'' (مرجع سابق، ص۳۹)

پادریوں نے خود آپ کو قبلۂ اول کی چابیاں دیں۔بیت المقدس کے حصول کے بعد آپ فتح شدہ علاقوں کا دورہ کرکے اور سرحدوں کی حفاظت کا انتظام کرکے مدینہ شریف تشریف لے گئے۔بیت المقدس کے پادری کے ساتھ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے معاہدے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بھی بطورِ گواہ دستخط کیے۔

(مرجع سابق، ص۳۹)

فوج سے معزولی: مرعش سے واپسی پر بنی کندا کے ایک سردار اشعت بن قیس نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ایک قصیدہ پڑھا اور انھیں ایک عظیم فاتح قرار دیا، آپ نے خوش ہوکر اسے دس ہزار درہم بطورِ انعام دیے۔یہ خبر امیر المومنین کو ملی تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مدینہ شریف بلوایا اور فوج سے سبکدوش کردیا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوج سے علیحدہ ہوکر حمص میں مقیم ہوگئے۔امیر المومنین نے سالانہ تین ہزار درہم آپ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔تاریخ شاہد ہے کہ جس نیک دلی اور حوصلے سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے احکام کی تعمیل کی اس کی مثال نہیں ملتی۔فوجوں کا سپہ سالار اختیار رکھتا تھا کہ اپنے احکام منوالے لیکن جس نے اپنے آپ کو راہِ خدا میں وقف کردیا ہو وہ ذاتی شان وشوکت کا محتاج نہیں ہوتا۔آپ کی معزولی کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سلطنت کے تمام علاقوں میں ایک گشتی مراسلہ بھجوایا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں نے خالد رضی اللہ عنہ کو کسی ناراضی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے بلکہ فوجی کارناموں کی وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہورہے تھے اور خدشہ تھا کہ کہیں مسلمان خالد پر ہی انحصار نہ کرلیں۔میں نے انہیں اس لئے معزول کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ فتح ونصرت خدا کی طرف سے ہے اور ہم سب اس کے بندے ہیں۔'' (نورانی حکایات، ص۴۷)

جب حضرت خالد بن ولید کا وصال ہوا، اس وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی برداشت نہ کرسکے اور بے اختیار اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔سیدنا فاروق اعظم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا ''اب مائیں خالد جیسا فرزند جننے (جنم دینے) سے معذور ہیں۔حضرت خالد کی موت ناقابل تلافی نقصان ہے۔اے ابوسلیمان خالد! تجھے اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے نیک جزا عطا کرے، تو نے اسلامی عظمت کو چار چاند لگا دیئے'' (نورانی حکایات، ص۵۳)

ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی والدہ کو دیکھا کہ بیٹے کے غم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئی تھیں۔آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون بی بی ہیں جو اس قدر مغموم و پریشان ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی والدہ ہیں۔آپ نے فرمایا ''خوش قسمت ہے وہ ماں جس کے بطن سے خالد جیسا فرزند پیدا ہوا۔'' پھر فرمایا: جب تک نعمت موجود ہو، اس کی قدر کی جاتی ہے لیکن جب وہ ضائع ہوجائے تو اس کی قدر ومنزلت پہچانی جاتی ہے''۔ایک دفعہ عرب کا ایک شاعر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ''مجھے خالد بن ولید کے متعلق اپنے اشعار سناؤ'' وہ عرب کا بہترین شاعر تھا لیکن اشعار سننے کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم خالد کا حق ادا نہیں کرسکے''

(سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، ص۲۰)

کتابیات: (۱) ضیاء النبی ﷺ، جلد چہارم (۲) الخصائص الکبریٰ، جلد اول (۳) غزوات میں معجزاتِ رسول ﷺ، از: سید فیاض حسین شاہ، میڈرڈ، اسپین (۴) سیدنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، از: ابوریحان ضیاء الرحمن فاروقی (۵) حضرت خالد بن ولید کی آپ بیتی، از: انجینئر محمود مجیب اصغر (۶) نورانی حکایات، از: مولانا محمد منشا تابش قصوری (۷) سچی حکایات، از: مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب (۸) حضرت خالد بن ولید، از: محترم ثروت صولت (۹) تاریخ اسلام، جلد اول، دوم (۱۰) موئے مبارک، از: مولانا یاسین اختر مصباحی (۱۱) ماہ نامہ استقامت کان پور، اسلامی جہاد نمبر اگست ۲۰۰۵ء

☆☆☆

ڈائریکٹر نوری اکیڈمی، مالیگاؤں۔9270969026

نقوش رفتگاں

یوم وصال ۲۸ صفر پر خراج عقیدت

مجدد الف ثانی - ایقان وعرفان کا مجتہد اعظم

فہیم احمد ثقلینی ازہری★

امام ربانی، کاشف اسرارِ سبع مثانی، عالم مقطعات قرآنی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی حنفی نقشبندی سرہندی **تغمدہ اللہ تعالیٰ بغفرانہ** کی ولادت باسعادت بمقام سرہند ضلع فتح گڑھ صاحب صوبہ پنجاب میں شب جمعہ ۱۴ر شوال ۹۷۱ھ/ ۵ر جون ۱۵۶۴ء میں ہوئی۔ آپ کا وصال ۲۸ر صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۰ر دسمبر ۱۶۲۴ء بروز سہ شنبہ ہوا۔ آپ کی عمر شریف قمری حساب سے باسٹھ سال چار ماہ چودہ دن اور شمسی حساب سے ساٹھ سال چھ ماہ پانچ دن ہوئی۔

آپ کا سلسلۂ نسب امام الاعدلین امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اکتیس (۳۱) واسطوں سے پہنچتا ہے۔ آپ کے چھٹے دادا امام شاہ رفیع الدین ہیں۔ ان کا مزار مضافات سرہند میں ہے، جو علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ آپ کو حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں علیہ الرحمہ سے خلافت حاصل تھی۔ حضرت مجدد کے آباء و اجداد میں آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہندوستان میں سکونت اختیار کی اور شہر سرہند کی بنیاد رکھی۔ امام رفیع الدین کے نویں دادا شہاب الدین علی معروف بہ فرخ شاہ کابلی تھے۔ ان کا مزار کابل سے بجانب شمال تقریباً ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہی بزرگ حضرت شیخ المشائخ فرید الدین مسعود گنج شکر (وصال ۶۷۰ھ) کے چھٹے دادا ہیں۔

حضرت مجدد کے والد محترم شیخ عبد الاحد فاروقی چشتی (وفات ۱۰۰۷ء) بڑے بافیض صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ علوم ظاہری میں بھی کمال رکھتے تھے۔ معقولات و منقولات کے طلبہ آپ سے تحصیل علم کرتے۔ سلسلۂ چشتیہ میں حضرت شیخ عبد القدوس چشتی گنگوہی (وصال ۱۵۴۳ء) کے مرید تھے اور خلافت آپ کے صاحب زادے اور خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین قدوسی گنگوہی سے حاصل تھی۔ کنوز الحقائق اور اسرار التشہد آپ کی تالیف ہیں۔

تعلیم: حضرت مجدد نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر مروجہ علوم وفنون کی کتابیں اپنے والد محترم اور سرہند کے جلیل القدر نامور علماء سے پڑھیں۔ تحصیل علم کے ابتدائی دور سے ہی خداداد ذہانت واستعداد کے جوہر کھلنے لگے۔ دقیق اور پیچیدہ مسائل بخوبی سمجھنے لگے۔ پھر سیالکوٹ آئے جہاں جامع معقولات حضرت مولانا کمال کشمیری سے علوم معقولات اور علم کلام کی منتہی کتابیں پڑھیں۔ بعض کتب حدیث حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری سے حاصل کیں۔ مولانا قاضی بہلول بدخشانی سے تفسیر بسیط، تفسیر بیضاوی، منہاج الوصول، الغایۃ القصوی، صحیح البخاری، الادب المفرد، ثلاثیات بخاری، مشکوۃ المصابیح، شمائل ترمذی اور قصیدہ بردہ شریف تحقیق کے ساتھ پڑھیں۔ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی۔ فراغت کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ عربی وفارسی میں رسائل کی تالیف وتصنیف شروع کی۔

بیعت و خلافت: حضرت مجدد کو سلسلۂ چشتیہ کی اجازت و خلافت اپنے والد محترم حضرت شیخ عبد الاحد فاروقی چشتی سرہندی سے حاصل تھی۔ سلسلۂ کبرویہ کی خلافت اپنے استاذ مولانا شیخ یعقوب صرفی کشمیری سے حاصل تھی۔ سلسلۂ قادریہ کی خلافت کا خرقہ نبیرۂ حضرت سید شاہ کمال قادری کیتھلی، حضرت سید شاہ سکندر قادری کیتھلی (وفات ۱۰۲۳ھ) سے حاصل تھا۔ ۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۰۰۷ھ میں والد محترم کے انتقال کے بعد زیارت حرمین شریفین کی غرض سے سرہند سے نکل کر دہلی پہنچے۔ ملا حسن کشمیری سے ملاقات ہوئی اور ان کے توسط سے قطب الاقطاب حضرت شیخ رضی الدین ابو المؤید عبد الباقی بن عبد السلام بدخشی مشہور بہ باقی باللہ دہلوی علیہ الرحمہ (وصال ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے فیض باطنی و روحانی کا علم ہوا۔ حضرت مجدد، خواجہ باقی باللہ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوکر اجازت وخلافت حاصل کی۔ حضرت مجدد کے مرشد بیعت حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی ہیں اور باقی مشائخ عظام مرشد خلافت ہیں۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اکبرآباد (موجودہ آگرہ) تشریف لے گئے، جو شہنشاہ جلال الدین اکبر کا دار الحکومت اور علم وفن کا مرکز تھا

جہاں ابوالفضل اور ابوالفیض فیضی سے تعلقات قائم ہو گئے۔ دونوں بھائی اپنے منصب اور علمی جاہ وجلال کے باوجود آپ کی عالمانہ شان کے معترف اور قدر شناس تھے۔ جب آپ کا آگرہ کا قیام طویل ہوا تو والد ماجد کبرسنی کے باوجود سرہند سے آگرہ آئے اور فرزند بلند اختر کو ساتھ لے کر وطن واپس ہوئے، درمیان سفر جب تھانیسر پہنچے تو وہاں ایک رئیس شیخ سلطان جو حاکم علاقہ اور شہنشاہ ہند کا مقرب تھا، نے اپنی دختر نیک اختر کو آپ کے نکاح میں دے دیا۔ حضرت مخدوم عبدالاحد اپنے صاحبزادے اور بہو کو لے کر سرہند آگئے۔

۱۰۲۶ھ میں حضرت مجدد نے تبلیغ و ہدایت اور دعوت اسلام کی خاطر اپنے کافی خلفاء، تلامذہ اور مریدین و متعلقین کو مختلف ممالک میں روانہ کیا۔ مولانا محمد قاسم مجددی کی قیادت میں ستر افراد ترکستان بھیجے۔ مولانا فرخ حسین مجددی کی امارت میں چالیس مشائخ کو عرب، یمن، شام اور روم کی طرف روانہ کیا۔ شیخ محمد صادق کامل مجددی کے ماتحت دس مشائخ کو کاشغر بھیجا گیا۔ مولانا شیخ احمد برکی مجددی کی نگرانی میں بیس کامل شیوخ کو توران، بدخشاں اور خراسان روانہ کیا۔ ارشاد وہدایت اور تبلیغ اسلام کے اُن وفود کو ہر جگہ بڑی کامیابی حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے لاکھوں انسانوں نے فیض پایا۔

صرف انہی علاقوں میں تربیت وارشاد کے لئے علما ومشائخ کے وفود بھیجنے میں مصلحت یہ تھی کہ ان علاقوں میں آپ کے مریدین و متعلقین موجود تھے۔ مکتوبات کے ذریعہ حالات کا علم ہوا تو آپ نے ان مذکورہ مقامات پر اُن وفود کو بھیجا۔ یہ کام حضرت مجدد نے خوب کیا ہے۔ بخارا، سمرقند، بلخ، بدخشاں، قندھار، کابل، غزنی، تاشقند، یارکند، شہرسبز، حصار اور شادمان اہل اسلام کے گڑھ ہیں۔ وہاں نہ ہنود ہیں نہ نصاریٰ نہ روافض، ان مقامات میں صرف آپ ہی کا طریقہ رائج ہے۔ شاید کسی دوسرے سلسلۂ طریقت سے اہل اسلام میں سے کوئی وابستہ ہو۔

حضرت مجدد کو ۱۶۱۶ء میں مسلسل کئی اندوہناک حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ سرہند میں طاعون پھیل گیا جس میں بڑے صاحبزادے شیخ خواجہ محمد صادق (جو منتہی کتب کا درس دیا کرتے) خواجہ محمد فرخ، خواجہ محمد عیسیٰ، مخدومہ صاحبزادی ام کلثوم اور دوسرے افراد خاندان کا انتقال ہو گیا۔ چند دنوں میں ایسے جانکاہ حادثات پیش آئے جو کسی بڑے سے بڑے حوصلہ مند انسان کی ہمت توڑ دینے اور اس کی ذہنی قوت کو متاثر کر دینے کے لئے کافی ہوتے ہیں مگر حضرت مجدد پورے حوصلہ وعزم کے ساتھ صبر وشکر اور ثبات واستقلال کا کوہ گراں بن کر جمے رہے۔

آپ کے تجدیدی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین اسلام کے ایک ہزار سال مکمل ہونے پر دوسرے ہزارے کے شروع میں پیدا فرمایا اور آپ کو دوسرے ایک ہزار سال کا مجدد بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ نے اکبر بادشاہ کے وضع کردہ فرضی دھرم ''دین الٰہی'' کو ختم کیا۔ علمائے سو اور مکار صوفیوں کی اصلاح فرمائی۔ احیائے طریقۂ نبویہ کو عام فرمایا۔ فلسفی افکار اور غیر شرعی نظریات اور فرسودہ مسائل وخیالات سے تصوف کی تطہیر فرمائی۔ کمالات نبوت و رسالت کو از سرنو تازہ کیا جس سے دنیا واقف ہے۔

تالیفات و تصنیفات: امام ربانی ایک بلند پایہ ممتاز عالم دین تھے۔ انھوں نے دین وشریعت کی حمایت اور احیائے دین کے مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے چند بیش قیمت تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی افادیت و تاثیر آج بھی قائم ہے۔ یہ مصنفات طالب حق اور اہل بصیرت کے لئے گراں قدر سرمایہ اور تلقین وہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ آپ کے تالیفات کی ابتدا رسائل سے ہوئی ہے اور انتہا مکتوبات پر ہوئی:

(۱) رسالہ تہلیلیہ، اس کو رسالہ تحقیق در کلمۂ طیبہ بھی کہتے ہیں۔ (۲) رسالہ اثبات نبوت، اس کو رسالہ تحقیق نبوت بھی کہتے ہیں۔ (۳) رسالۂ ردشیعہ، اس کو رسالہ ردِروافض بھی کہتے ہیں۔ (۴) رسالہ معارف لدنیہ۔ (۵) رسالہ مبدا ومعاد۔ (۶) رسالہ شرح الشرح، بعض رباعیات خواجہ باقی باللہ۔ (۷) رسالہ مکاشفات غیبیہ۔

اول الذکر دو رسالے عربی میں اور باقی پانچ فارسی میں ہیں۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں رسالہ اثبات نبوت کا ذکر نہیں کیا ہے اور رسالہ جذبۂ وسلوک کا ذکر کیا ہے۔ شیخ بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس میں رسالہ تہلیلیہ کا ذکر نہیں کیا ہے اور رسالہ آداب المریدین کا نام لکھا ہے۔ خواجہ محمد ہاشم اور شیخ بدرالدین نے آپ کی تصنیفات میں ''تعلیقات عوارف المعارف'' کا ذکر بھی کیا ہے۔ بعض ہم عصر فضلا کی التماس پر آپ نے ''عوارف المعارف'' کی عربی شرح بھی لکھنا شروع کی تھی۔ شیخ محمد اکرام نے رودکوثر، ص:۲۷۹ پر لکھا ہے کہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے حضرت مجدد کے رسالہ ردِروافض کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

''حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے علوم و معارف'' یہ ایک مستقل تحقیقی اور تفصیلی موضوع ہے جو الگ ایک کتاب کا متقاضی ہے۔ حضرت مجدد کے علوم و معارف کے سلسلہ میں شاہ غلام علی دہلوی (وصال ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) اپنے ملفوظات ''درالمعارف'' میں لکھتے ہیں:

''امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کو منجانب اللہ جو علوم و معارف عطا ہوئے وہ تین طرح کے ہیں۔ ان حقائق و معارف کی پہلی قسم وہ ہے جو آپ نے کسی سے بیان نہ فرمائے اور ان موتیوں کو تحریر و تقریر کے دھاگے میں بھی نہیں پرویا۔ دوسری قسم کے معارف وحقائق وہ ہیں جو آپ نے اپنی اولاد امجاد میں سے خاص حضرات سے بیان فرمائے۔ علوم و معارف کی تیسری قسم وہ ہے جو عام ہے جو آپ نے اپنے تمام مریدین ومتوسلین اور حلقہ بگوشوں سے بیان فرمائے اور ان کو تحریر بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ مکتوبات شریف کے تینوں دفتر، ساتوں رسالے اور دیگر تالیفات اسی قسم سوم کے معارف وحقائق اور علوم سے بھرے ہوئے ہیں۔'' (انتہی کلامہ،ص: ۲۳۳)

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے آپ کو ''عرفان کا مجتہد اعظم'' قرار دیا ہے۔ آپ کے رشحات قلم کا مطالعہ کرنے سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے، آپ نے تصوف کے میدان میں ایسے فکر وعرفان اور علوم و معارف، حقائق و دقائق کا اظہار کیا، جس کی مثال پہلے دور میں نہیں ملتی۔

امام سوادِ اعظم فی الہند مجدد اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (وصال ۱۱۷۶ھ) حضرت مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارنامے اور ملت اسلامیۂ ہند پر احسان کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''آج جو مساجد میں اذانیں دی جا رہی ہیں، مدارس سے **قال اللہ تعالیٰ و قال رسول اللہ، جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم** کی دل نواز صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور خانقاہوں میں جو ذکر و فکر ہو رہا ہے اور قلب و روح کی گہرائیوں سے جو اللہ کی یاد کی جاتی ہے، لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگائی جاتی ہیں، ان سب کی گردنوں پر حضرت مجدد کا بارِ منت ہے۔ اگر حضرت مجدد اس الحاد و ارتداد کے اکبری دور میں اس کے خلاف جہاد نہ فرماتے اور وہ عظیم تجدیدی کارنامہ انجام نہ دیتے تو نہ مساجد میں اذانیں ہوتیں، نہ مدارس دینیہ میں قرآن، حدیث، فقہ اور باقی علوم کا درس ہوتا اور نہ خانقاہوں میں سالکین و ذاکرین اللہ اللہ کے روح افزا ذکر سے زمزمہ سنج ہوتے، الا ماشاء اللہ۔''

(سیرت مجدد الف ثانی، تقدیم،ص:۱۰)

اولاد: حضرت مجدد کے سات فرزند تھے جن میں سے چار کا وصال آپ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ شیخ محمد فرخ، شیخ محمد عیسیٰ، شیخ محمد اشرف ایام طفولیت ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ خواجہ محمد صادق تکمیل علم ظاہر و باطن کے بعد درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں مصروف ہوئے اور پچیس سال کی عمر (۱۰۲۵ھ) میں وفات پائی۔ خواجہ محمد سعید نے علم ظاہر و باطن کی تکمیل کے بعد حضرت مجدد کے مشن کو آگے بڑھایا۔ خواجہ محمد معصوم علوم اسلامیہ کے ماہر اور علم باطنی کے کامل تھے۔ آپ حضرت مجدد کے خلیفہ و جانشین ہوئے، جن کی مساعی جمیلہ سے سلسلۂ مجددیہ کو ہند اور بیرون ہند بڑا فروغ و استحکام حاصل ہوا۔ شہنشاہ اورنگ زیب آپ ہی سے بیعت تھے جن کی روحانی تربیت آپ کے فرزند خواجہ سیف الدین نے کی تھی۔

حضرت مجدد اور حدیث صلہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد کو صاحبان شریعت اور صاحبان طریقت کے درمیان ''صلہ'' بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ نے دونوں کو یک جان کر دیا۔ سرشار بادۂ احمدی حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہ اللہ نے ''حدیث صلہ'' کے متعلق جو واقعہ لکھا ہے اس کی تلخیص ہدیۂ ناظرین ہے:

''ایک مرتبہ حضرت مجدد کو سرکار دو عالم ﷺ سے بشارت ملی کہ تمہاری شفاعت سے قیامت کے دن کتنے ہزار افراد بخشے جائیں گے۔ اس بشارت کے ملنے پر آپ نے کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلایا اور تحدیثاً بنعمۃ اللہ اس بشارت کا بیان کیا۔ میں اس وقت حاضر تھا، آپ نے دوسرے دفتر کے چھٹے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

''میں نے اپنی پیدائش کا جو مقصد سمجھا ہے وہ پورا ہو گیا اور ایک ہزار سال کی طلب مقرونِ اجابت ہوئی، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَةً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ وَمُصْلِحًا بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ۔''

حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ اس نے مجھ کو دو سمندروں کو جوڑنے والا اور دو جماعتوں میں اصلاح کرنے والا بنایا۔ امام جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں اس حدیث کو نقل کیا ہے: یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ کَذَا وَ کَذَا۔ میری امت میں ایک شخص ہوگا اُس کو صلہ کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے اتنے اتنے افراد جنت میں جائیں گے۔

اس حدیث کو مشہور مؤرخ امام محمد بن سعد نے طبقات الکبریٰ (جلد ۷،ص: ۱۳۴) میں امام ابونعیم اصفہانی نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں، امام ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ میں (جلد ۳،ص: ۵۲۵) امام علی متقی الہندی نے کنز العمال (جلد: ۷،ص: ۱۳۱) میں نقل کیا ہے۔ حضرت مجدد پر جو کشف ہوا اُس کی تائید حدیث شریف سے ہوتی ہے خواہ وہ کسی کے نزدیک ''ضعیف'' ہی کیوں نہ ہو۔ باب فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے۔ آپ کی اس تحریر پر اور آپ کے مبشر ہونے پر ''حدیث صلہ'' پوری طرح صادق آرہی ہے۔ ہزار کے دورے میں صلہ کا لقب کسی دوسرے شخص کو نہیں ملا ہے اور نہ پچھلے ہزار سال کے دورے میں کسی شخص نے کسی بھی شخصیت کو صلہ کا مصداق ٹھہرایا ہے اور آپ کے اس استنباط کی تائید نقلیات اور کشفیات سے بھی ہو رہی ہے۔ اس حدیث میں **البحرین** (دو سمندروں) سے مراد شریعت وطریقت ہے اور دو گروہوں سے مراد علمائے اسلام اور مشائخ کرام ہیں۔ شریعت وطریقت میں علمائے سوء اور مکار صوفیاء نے جو اختلاف برپا کر رکھا تھا، وہ حق تعالیٰ نے آپ کی ذات کی وجہ سے ختم کر دیا اور علماء ومشائخ کا اختلاف دور ہو گیا۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فلسفہ وحدۃ الوجود پیش کیا تھا حضرت امام ربانی نے وحدۃ الشہود کا تصور اور نظریہ پیش کیا تھا۔

وحدۃ الوجود: وجود ایک ہے اور کائنات میں سوائے ایک وجود کے کوئی چیز موجود نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ ہر شی اسی کا مصدر یا مظہر ہے۔ کائنات میں وحدت ہے۔ وحدت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسے سمندر سے لہریں اٹھتی ہیں ان کا وجود سمندر سے الگ نہیں۔ اسی لئے جملہ مخلوقات کی مثال اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے، یہاں پر ایک وجود کے سوا کوئی اور وجود نہیں۔

وحدۃ الشہود: دنیا اور خدا میں وہی رشتہ ہے جو خالق ومخلوق میں ہوتا ہے، اتحاد اور حلول کی تمام تقریریں الحاد ہیں، جو سالک کی باطنی غلط فہمی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ساری کائنات خدا نہیں بلکہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی جلالت نظر آتی ہے۔ اس میں وحدت ہے۔ ساری مخلوق خدا کے عکس کا پرتو ہے۔ اس کے عکس میں وحدت ہے۔ صفات عین ذات نہیں بلکہ زائد علی الذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وجود فی ذاتہٖ کامل ہے۔ اسے اپنی تکمیل کے لئے صفات کی احتیاج نہیں۔ صفات اس کے وجود کے تعینات ہیں۔ وہ وجود ہے لیکن اس کا وجود خود اس کی ذات سے ہے۔ وہ سمیع ہے اپنی ذات سے، وہ علیم ہے اپنی ذات سے، وہ بصیر ہے اپنی ذات سے، غرض اللہ تعالیٰ کی صفات عین ذات نہیں بلکہ اس کی ذات کے اظلال ہیں۔

جو صوفیائے کرام ''ہمہ اوست'' (وحدۃ الوجود) کے قائل ہیں وہ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول وسریان ثابت نہیں کرتے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں ظلیت کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ کہ وجود وتحقق کے لحاظ سے۔ اگرچہ ان کی عبارت کے ظاہر سے اتحادِ وجودی کا شبہ ہوتا ہے مگر حاشا کہ ان کی وہ مراد ہو کہ وہ تو کفر والحاد ہے اور چونکہ ان کا کہنا ظہور کے لحاظ سے تھا، نہ کہ نفس وجود کے لحاظ سے، اس لئے ''ہمہ اوست'' کے معنی ''ہمہ از وست'' ہی ہیں۔ اگرچہ وہ ''ہمہ اوست'' کہہ جاتے ہیں، لیکن ان کلمات سے ان کی مراد ''ہمہ از وست۔ وحدۃ الشہود'' ہوتی ہے۔

مجدد کس کو کہتے ہیں: ''مجدد'' باب تفعیل کے مصدر ''تجدید'' سے اسم فاعل ہے یعنی پرانے کو نیا کرنے والا، حدیث شریف میں مجدد کا بیان اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ، کتاب العلم، ص: ۳۶) اللہ تعالیٰ اِس امت کے واسطے ہر صدی کے شروع میں کسی کو بھیجے گا تاکہ وہ امت کے واسطے ان کے دین کی تجدید کرے گا۔

ملا علی قاری نے اس حدیث شریف کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول لکھا ہے کہ ایسا کوئی سال نہ گزرے گا جس میں لوگ کسی بدعت کو رائج اور کسی سنت کو ضائع نہ کریں، یہاں تک کہ سنتیں ختم اور بدعتیں رائج ہو جائیں گی۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۴۸)

مشکوٰۃ المصابیح میں اس کے بعد یہ حدیث ہے، ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عادل اور ثقہ افراد اپنے اسلاف کے جانشینوں سے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنے کے بعد غلو کرنے والوں کی تحریفات باطل پرستوں کے غلط دعاوی اور جاہلوں کی تاویلات کا انتفا کریں گے۔ (مفہوم الحدیث) اِس حدیث شریف میں تین قسم کے افراد کا بیان ہے جن کے مفاسد کا ازالہ حق پرست اور عادل اشخاص کریں گے:

(۱) غلو کرنے والوں کی تحریفات کا، (۲) باطلوں کے غلط دعاوی کا (۳) جاہلوں کی تاویلات کا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جتنے تجدیدی

کارنامے انجام دیئے ان میں یہ تینوں سرفہرست ہیں اور آپ کی ذات سے یہ خرافات ختم ہوئیں جیسا کہ سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے اپنے رسالہ ''در دفع اعتراضات'' مشمولہ، مجموعہ فتاویٰ عزیزی، : ۲۴۲ کے آخر میں لکھا ہے، ترجمہ: اچھی طرح ظاہر ہے کہ حضرت مجدد کی ذات شریف کی وجہ سے ملحدوں، رافضیوں، توحید میں غلو کرنے والوں اور سلاسل طریقت کے مبتدعین اور شرک خفی و جلی کے معتقدین کے شبہات بالکل دور ہو گئے اور اللہ کے فضل سے آپ کی پیروی میں خوب ساعی اور بدعت سے اپنے کو بچانے میں پیش قدم ہیں۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم احمدی کشمی نے زبدۃ المقامات کی فصل ششم میں علامۂ روزگار استاذ العلماء حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی کے متعلق لکھا ہے کہ ''مجدد الالف الثانی'' کا خطاب انھوں نے آپ کے واسطے تجویز کیا ہے۔ لہٰذا تمام عالم میں اس کی شہرت ہوئی اور ہر ہمہ وشما بلکہ آپ کے معاندین وحاسدین تک آپ کو ''مجدد الف ثانی'' کے نام سے یاد کرتے اور لکھتے ہیں۔

متقدمین کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کے علماء اور دانشوروں نے حضرت شیخ سرہندی کو ''مجدد الف ثانی'' کہنے کی مختلف توجیہات کی ہیں۔ اجمالاً چند توجیہات ذکر کی جاتی ہیں: اول یہ کہ آپ تاریخ اسلامی کے دوسرے ہزارے میں پیدا ہوئے۔ دوسرے یہ کہ مجدد الف ثانی کے تجدیدی کارنامے ہزار سال کے سرے پر ظہور پذیر ہوئے، اس لئے ان کو الف ثانی یعنی دوسرے ہزارے کا مجدد کہا گیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اکبر بادشاہ کے ''نظریۂ الف ثانی'' کو اپنے قول وفعل اور عمل سے باطل قرار دیا یعنی یہ کہ اسلام اپنی تاریخ کے ہزار سال مکمل کر چکا جو کسی مذہب کی طبعی عمر ہوتی ہے، اب نئے ہزارے میں نئے دین کی ضرورت ہے۔ ان توجیہات سے صرف نظر کرتے ہوئے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسرے ایک ہزار سال کا مجدد بنا کر مبعوث فرمایا۔

حضرت مجدد اپنے فرزند اکبر حضرت خواجہ محمد صادق کو دفتر اول کے مکتوب ۲۳۴ میں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

''اے فرزند! زمان سابق میں ایسے ظلمت بھرے وقت میں پہلی امتوں میں ایک ہزار سال گزرنے کے بعد اولوالعزم پیغمبر کی بعثت ہوا کرتی تھی، اِس امت میں ایک ہزار سال گزرنے پر ایسے عالم کی ضرورت ہے جو، احکام شریعت سے باخبر اور اسرار وحقائق و رموزِ طریقت کا عارف اور شناسا ہو۔''

☆☆☆

☆استاذ جامعۃ المصطفٰے، صدر ثقلین فاؤنڈیشن
قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں، مغربی اتر پردیش
8218815657, 9456279256

صلوۃ وسلام کا خصوصی مقام

روضہ رسول اللہ کے علاوہ قبروں پر حاضری اور فاتحہ خوانی کے بعد عجیب سی روایت ہے شروع ہے کہ کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پیش کیا جائے۔ روضہ رسول اللہ بلکہ مدینۃ الرسول سے دور محفل میلاد پاک کے بعد کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پیش کرنا میلاد پاک کی خصوصیت ہے اور خاص روضہ رسول پر حاضری کے وقت پیش کرنا ہر عاشق رسول کی شان اور عقیدت ومحبت کی پہچان ہے کہ اپنے آقا کی بارگاہ میں جی لگا کر ادب سے کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پیش کرے۔ دنیا کی باقی قبروں پر اِس طرح سے کرنا جلوس عید میلاد النبی کی طرح جلوس عید غوثیہ کی شان دار بدعت، کے جیسا ہے۔ صلوۃ وسلام، میلاد النبی اور محفل میلاد پاک کی خصوصیت اور جنت نظیر درگاہ اور مقدس جگہ روضہ رسول اللہ پر پیش کیا جانے والا ایمان افروز عقیدت مندانہ اور عاشقانہ عبادت ہے، اس لئے اُسے دوسری جگہ رائج نہ کیا جائے اور ہر جائز کو، رائج کرنا کون سی دینی ضرورت کا حصہ ہے؟ جائز اپنی جگہ، ناجائز اپنی جگہ لیکن مقام خدا ومقام رسول خدا میں فرق باقی رکھنا چاہیے جیسے نماز کے بعد دعا کرتے ہوئے یَا رَسولَ اللہِ اُنظُر حَالَنَا... پڑھنا مقام خدائی کے خلاف ہے۔ اسی طرح صلوۃ وسلام کے بعد یا رسول اللہ انظر حالنا ... وغیرہ کی جگہ لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین وغیرہ پڑھنا مقام مصطفائی کے مطابق نہیں۔ ٹھیک اسی طرح روضہ رسول اللہ کے علاوہ کسی بھی قبر پر صلوۃ وسلام پیش کرنا، صلوۃ وسلام کی معروف ومنقول خصوصیت اور معقول وممتاز خوبی کے مطابق نہیں اور بس۔ اِس گفتگو میں کہیں بھی ''منع'' کے لفظ کا استعمال نہیں ہوا ہے لیکن ایک صاحب نے خود سے منع، سمجھ کر کچھ زیادہ ہی سمجھ لیا۔ ایسے احباب سے درخواست ہے کہ صلوۃ وسلام کی خصوصیت کا فلسفہ آپ پھر سے سمجھنے کی کوشش کریں اور بات ختم کریں۔ اِس سے زیادہ مزید کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ گروپ میں پڑھے لکھے اپنے ہی لوگ ہیں اور ہماری بات کو سمجھ لیں گے لیکن یہ ہماری بھول تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور سمجھنے کے بعد عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) صلوا علی الحبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

محمد ظفر الدین برکاتی

یادِ رفتگاں

آفاقی دین کا آفاقی مبلغ اسلام

جاوید اقبال علیمی*

برصغیر ہند و پاک کے جن خانوادوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ان میں ایک خانوادہ علیمیہ بھی ہے۔ یوں تو مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحکیم جوش علیہ الرحمہ اور آپ کے سبھی بھائیوں نے اپنے آپ کو تبلیغ دین اور اصلاح مسلمین کے لئے وقف کر رکھا تھا اور انھوں نے اپنے منصب و استطاعت کے مطابق تبلیغی فریضہ انجام دیا بلکہ آپ کے بڑے بھائی علامہ احمد مختار میرٹھی علیہ الرحمہ کی دینی و اصلاحی خدمات کا سلسلہ تو افریقی ممالک تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کے دوسرے بھائی مولانا نذیر احمد صدیقی میرٹھی ایک دانشور صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صاحب بصیرت سیاست داں اور دین اسلام کے مخلص مبلغ بھی تھے، آپ کی سیاسی بصیرت کے پیش نظر قائد اعظم محمد علی جناح اکثر اُن سے مشورے لیتے، آپ ہی کے دست اقدس پر محمد علی جناح کی اہلیہ پارسی مذہب سے توبہ کر کے مشرف باسلام ہوئی تھیں۔

اس خاندان کے تمام افراد کی خدمات اپنے آپ میں انفرادی اہمیت رکھتی ہیں لیکن اللہ پاک نے مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ سے جو دینی کام لیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں صرف ایشیا تک محدود نہ تھیں بلکہ یوروپ و افریقہ کی بنجر زمینوں کو بھی آپ نے سیراب کیا، ہند و پاک کے بہت سے علمائے کرام یا تنظیمات یوروپ و افریقہ کی جن سرسبز و شاداب زمینوں سے آج آسودگی حاصل کر رہے ہیں وہ دراصل مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کی ہی کی ہموار کردہ ہیں۔

ولادت، تعلیم و تربیت: مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ ۳، اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ آپ سات بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ بارہ سال کے تھے کہ والد ماجد کی شفقت و تربیت سے محروم ہو گئے۔ آپ ''بالائے سرش زہوش مندی'' کے مصداق تھے۔ انتقال سے پہلے والد ماجد نے اپنے پسر ارجمند کی پیشانی میں حکمت و دانائی اور کرامت و بزرگی کے چمکتے آثار اور روشن انوار کو دیکھ کر آپ کی والدہ سے فرمایا تھا کہ

''اس کی مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک عزت و تکریم ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو مبلغ اسلام بنائے گا۔''

والد بزرگوار کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے نسل صدیقی کے اس فرد فرید کو وہ عزت و شہرت اور مقبولیت عطا کی جو کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ مبلغ اسلام علیہ الرحمہ نے ناظرہ قرآن اپنے والد سے پڑھا، عربی و فارسی تعلیم کا آغاز بھی انہی کے پاس کیا۔ جب تک والد بقید حیات رہے انہی کے پاس پڑھتے رہے اور ان کے وصال کے بعد آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا احمد مختار صدیقی نے آپ کی تعلیمی سرپرستی فرمائی، اعلیٰ تعلیم کے لئے میرٹھ کے مدرسہ قومیہ میں داخل کرایا، وہیں سے آپ نے درس نظامی کی تکمیل فرما کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے اجازت حدیث حاصل کی۔

دینی علوم کی تحصیل کے آپ عصری تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ڈویزنل کالج میرٹھ سے ۱۹۱۷ء میں گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ مبلغ اسلام جانتے تھے کہ جدید سائنسی علوم، ریاضی، طبعیات اور جدید فلسفہ سے استفادہ کرنے کے لئے انگریزی جاننا ضروری ہے اس لئے آپ نے اس پر خوب توجہ کر کے عبور حاصل کیا۔

حسن ظاہری: مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ کو اللہ جل وعلا نے حسن ظاہری و باطنی دونوں سے نوازا تھا۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے آپ کے حسن ظاہری کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

''کشادہ پیشانی، گورا رنگ، سرگول اور باوقار، بڑی بڑی روشن آنکھیں، ستواں ناک، چوڑا سینہ، تراشیدہ ہونٹ، گھنی داڑھی، دندان مبارک چھوٹے چھوٹے انار کے دانوں کی طرح باہم مربوط، درمیان میں باریک شگاف۔ جب تبسم فرماتے تو دانتوں کا حسن دوبالا ہو جاتا۔''

زبان دانی اور خطابت: عالمی سطح پر تبلیغ دین کا فریضہ

انجام دینے کے لئے دنیا کی مشہور زبانوں پر عبور اور اُن میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کا ملکہ ہونا لازمی ہے ورنہ تبلیغ و ترسیل کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔مبلغ اسلام کی شخصیت اس حیثیت سے اپنے تمام معاصرین میں ممتاز نظر آتی ہے ،آپ کو انگریزی ،عربی ،فارسی ،اردو،فرانسیسی ،جاپانی ،چینی ،ملائی اور سواحلی زبانوں پر کمال کی قدرت تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے ہندوستان سے دور دراز اُن ملکوں میں بھی اسلام کی دعوت عام کی جن کے باشندے اسلام سے بالکل نابلد تھے۔

مبلغ اسلام کو تقریر وخطابت سے بچپن سے دلچسپی تھی ،میرٹھ کی جامع مسجد میں نو سال کی عمر میں بہترین تقریر آپ کے جو ہر خطابت کی پیشن گوئی کر چکی تھی ،فلسفیانہ استدال آپ کی خطابت کا نمایاں وصف تھا ،اللہ پاک نے آواز میں ایسی کشش اور نغمگی عطا کی تھی کہ پورے مجمع پر سحر طاری ہو جاتا تھا۔

دعوتی اسفار اور کارنامے: ایک مبلغ کے اندر جذبہ ایثار و قربانی کا ہونا ضروری ہے۔مبلغ اسلام کا یہ جذبہ ایثار و قربانی ہی تھا کہ آپ نے اپنی زندگی کے ہر لمحے کو اسلام کی نشر و اشاعت اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔آپ نے اپنے ذاتی خرچ پر ہند و بیرون ہند کے ان غیر مسلموں میں دعوت تبلیغ کا کام کیا جو اسلام سے بالکل ناواقف تھے ،آپ کے دست حق پرست پر ستر ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ،آپ کی داعیانہ کاوشوں کے نتیجے میں جو مشہور شخصیات دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں ،ان میں بورینو کی شہزادی ،ماریشش جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مراوت کی ،ٹرینٹی ڈاڈ کی ایک مشہور خاتون وزیر اور ڈاکٹر صادق جارج اینٹو نوف جیسے معروف و مشہور امریکن سائنسداں کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

آپ نے دعوت وتبلیغ کی خاطر دنیا کے جن خطوں کا دورہ کیا اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے وہاں کے غیر مسلموں کے دلوں میں نور ایمان کی شمع روشن کی ،ان میں مندرجہ ذیل ممالک قابل ذکر ہیں:

برما،کولمبو،حجاز مقدس،سیام،چین،مڈغاسکر،سیلون،سنگاپور،ملیشیا، انڈونیشیا،تھائی لینڈ،نائجیریا،انڈوچائنا،جاپان،ماریشش،جنوبی افریقہ و مشرقی افریقہ،عراق،اردن،فلسطین،گیانا،شام،مصر،برطانیہ،فرانس،اٹلی، سرینام،ٹرینٹی،ڈاڈ،امریکہ،کنیڈا،فلپائن،ٹوباگو۔وغیرہ

مبلغ اسلام کی دعوتی و تبلیغی مساعی سے متاثر ہوکر جن لوگوں نے دعوت اسلام قبول کی ،آپ نے ان تک دینی تعلیمات پہنچانے اور اسلامی احکام سیکھنے سکھانے کے لئے مساجد ،مدارس ،کتب خانے اور اشاعتی ادارے وغیرہ مراکز قائم کرنے کے علاوہ رسائل و میگزین بھی جاری کیے جن میں کچھ درج ذیل ہیں:

(۱) سلطان مسجد سنگاپور۔(۲) مسجد ٹوکیو جاپان

(۳) مسجد حنفیہ کولمبو۔(۴) دار العلوم جورکا

(۵) مسجد و کتب خانہ نائجیریا۔(۶) عربی یونیورسٹی ملایا

(۷) غفوریہ عربی اسکول مہریگاما،کولمبو

(۸) ڈربن ساؤتھ افریقہ سے مسلم ڈائجسٹ کی اشاعت

(۹) اسٹار آف اسلام،کولمبو کی اشاعت

(۱۰) ٹرینٹی ڈاڈ سے مسلم اینول کی اشاعت

(۱۱) سنگاپور سے انگریزی زبان میں ''ریئل اسلام'' کی اشاعت۔

(۱۲) سنگا پور سے ۱۹۳۶ء میں ماہنامہ ''دی جینوین اسلام'' کی اشاعت۔

(۱۳) مشرقی یوپی کے ضلع بستی کی مشہور دینی درسگاہ ''دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی'' کی بنیاد بھی آپ ہی کے ایما وخواہش کے احترام میں آپ کے مرید صادق الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی کے ذریعے پڑی۔جب مدینہ منورہ میں آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بے پناہ خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی دعاؤں سے نوازا ،گنبد خضری کی چھاؤں میں مبلغ اسلام کی مانگی ہوئی دعاؤں کی بدولت آج اس درسگاہ کا شمار ہند کی بڑی درسگاہوں میں ہوتا ہے۔

مناظرے و مباحثے: مبلغ اسلام نے اپنی زندگی میں بہت سے بد مذہبوں اور غیر مسلموں سے مناظرے و مباحثے بھی کیے جن میں مغربی مفکر و عیسائی مبلغ اور انگریزی زبان کے انٹرنیشنل ادیب جارج برناڈ شا کے ساتھ ''اسلام اور عیسائیت'' کے موضوع پر جنوبی افریقہ کے شہر ممباسہ میں ہونے والا مباحثہ بڑا مشہور اور دلچسپ ہے ،گھنٹوں گفت و شنید ہوئی ،آپ نے بڑے خوبصورت اور فلسفیانہ انداز میں گفتگو کی اور برناڈ شا کو اسلام کی طرف مائل کیا۔برناڈ شا پر آپ کی گفتگو کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے آخر میں کہا کہ

''آپ کی گفتگو اتنی دلچسپ اور معلوماتی ہے کہ میں سالوں آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا مگر بد قسمتی سے میری روانگی کا وقت آن پہنچا ہے۔''

تصنیفات و تالیفات: مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کی دعوتی و تبلغی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ آپ نے تصنیف وتالیف کے میدان کا رخ کیا ہوگا لیکن اس کو کرامت ہی کہیے کہ مسلسل اسفار اور کثرت کار کے باوجود عربی، انگریزی اور اردو میں دو درجن سے زائد کتابیں آپ سے یادگار ہیں:

عربی تصانیف: (۱) المراۃ القادیانیۃ (۲) ضرائب الحج

انگریزی تصانیف:

(۱) اسلام کے اصول (۲) تبلیغ اسلام کے اصول (۳) مسلمانوں کی سائنسی ایجادات (۴) اسلام کی ابتدائی تعلیمات (۵) اسلام میں عورتوں کے حقوق (۶) حقیقی مسرت کی تلاش (۷) اشتراکیت کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ (۸) اسلام اشتراکیت کے چیلنج کا جواب دیتا ہے (۱۰) مناظرہ مولانا صدیقی اور جارج برناڈ شا (۱۱) تاریخ تدوین فقہ اسلامی (۱۲) آئینہ (۱۳) علم کا گمشدہ راستہ (۱۴) آفاقی مذہب (۱۵) سفر مکہ

اردو تصانیف: (۱) ذکر حبیب اول (۲) ذکر حبیب دوم (۳) بہار شباب (۴) انسانی مسائل کا حل (۵) احکام رمضان (۶) لطائف المعارف (۷) کمیونزم اور اسلام

محدث بریلوی سے عقیدت:

مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کو اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔ دیگر بہت سے عظیم بزرگوں سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل تھی، آپ کو سبھی سے عقیدت ومحبت تھی لیکن محدث بریلوی سے آپ کا لگاؤ والہانہ تھا جس کا اندازہ سترہ اشعار پر مشتمل اُس طویل منقبت سے ہوتا ہے جو آپ نے حرمین طیبین سے واپسی پر خود بارگاہ رضا میں حاضر ہو کر پیش کی۔ اس کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو
عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صولت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو
علیم خستہ اک ادنی گدا ہے آستانے کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

اعلی حضرت علیہ الرحمہ بھی آپ کی بہت تکریم فرماتے اور دونوں کے درمیان قلبی محبت ومودت تھی۔ اعلی حضرت علیہ الرحمہ اپنے اس خلیفہ خاص کے متعلق فرماتے ہیں:

عبدعلیم کے علم کو سن کر   جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

وفات: مبلغ اسلام اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ خاص تھے، اپنے شیخ کی طرح آپ پر بھی عشق کا رنگ غالب تھا، ۳۵؍ مرتبہ حج کی سعادت پائی، دیار مصطفی ﷺ میں حاضری ہوئی لیکن عشق کو اصرار تھا کہ مدفن مدینے میں بنے، اپنی تقریروں، تحریروں اور نعتوں میں مدینے میں مرنے کی آرزو کا اظہار کیا کرتے، آپ ہی کا شعر ہے جو ہمیشہ آپ کے ورد لب رہتا:

علیم خستہ جاں تنگ آ گیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد ہو ﷺ

طلب صادق ہوتو کیا نہیں ملتا، آپ کی تمنا پوری ہوئی اور ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/ ۲۴، اگست ۱۹۵۴ء کو شب دوشنبہ آفاقی دین کے اس آفاقی مبلغ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنۃ البقیع میں ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے اور یوں علامہ اقبال کا یہ ''ماہ کامل'' ہمیشہ کے لئے ماہ مدینہ کی تجلیوں میں کھو گیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آپ کے بعد آپ کے خاندان میں سے جن لوگوں نے عالمی سطح پر دعوت دین کا کام کیا، اُن میں آپ کے داماد حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری بانی ورلڈ اسلامک مشن، آپ کے صاحبزادے علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور آپ کی صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ صدیقی کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اللہ پاک ان بابرکت ہستیوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان کے صدقے ہم سے بھی دین وسنیت کا کام لے۔ آمین

نوٹ:

اِس مضمون کو تیار کرنے میں ''مبلغ اسلام نمبر'' اور ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی کی کتاب ''خانوادہ علیمیہ'' سے بطورِ خاص مدد لی گئی ہے۔

☆☆☆

9622149603

۱۲ ربیع الاول پیغمبر امن ومساوات کی ولادت کی تاریخ

پس منظر

محسن انسانیت کا پیغام مساوات

محمد انور علی سہیل فریدی★

سماج میں امن اور شانتی اُس وقت قائم ہوتی ہے جب انسان کو یکساں حقوق حاصل ہوں۔ برتری اور بزرگی صرف عمل اور انسانیت کی بنیاد پر ہو۔ جو انسانی حقوق کی زیادہ پاسداری کرے اور زندگی کو اُسوۂ حسنہ سے مزین کرے، اس کا مرتبہ بلند ہو اور وہی سماج میں بزرگ تر سمجھا جائے۔ قرآن پاک آسمانی کتاب اور اللہ کا کلام ہے، یہ وہ آخری کتاب ہے کہ اس کے بعد کوئی کتاب اور صحیفہ خدا کی طرف سے نازل نہ ہوگا۔ جس برگزیدہ ہستی پر یہ کلام نازل کیا گیا ہے وہ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، ان کے بعد کوئی رسول یا نبی خدا کی طرف سے نہ آئے گا۔ قرآن کریم میں بیان کردہ احکام اور تعلیمات میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر نہ ہوگا۔ قرآن مقدس میں انسانی حقوق مساوات اور بزرگی کے معیار کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کس کا مرتبہ خداوند تعالیٰ کے یہاں بلند و برتر ہے اور کون سماج میں بہتر ہے اور کس کا مقام دنیا والوں کی نظر میں بلند ہونا چاہیے۔

دنیا سماج کے مجموعہ کا نام ہے یعنی دنیا سماج سے بنتی ہے اور سماج لوگوں سے وجود میں آتا ہے۔ جب لوگ صحیح اور ایماندار ہوں گے تو سماج صاف ستھرا ہوگا۔ جب سماج شفاف اور صحت مند ہوگا تو دنیا رشک جنت بن جائے گی۔ دنیا کو رشک جنت بنانے میں مساوات کا اہم رول ہے۔ اگر ہم مساوات کو اپنائیں ہر طرف امن سلامتی اور خوش حالی ہوگی نہ کہیں فساد ہوگا نہ کہیں لڑائی ہوگی اور نہ کہیں عداوت ہوگی۔ خدائے بزرگ و برتر قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اے لوگو! تم میں بزرگ صاحب عزت ومرتبہ والا وہ خوش نصیب ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت (حضرت آدم وحوا) سے پیدا کیا، تم کو مختلف قبیلوں اور سماج میں اس لئے بانٹا کہ ایک دوسرے کو پہچاننے میں آسانی ہو۔

دنیا کی آبادی اربوں سے زیادہ ہوگی بلکہ از ابتدا تا انتہا یہ تعداد اِس قدر بڑھ جائے گی کہ شمار سے باہر ہوگی، اس وقت قبیلہ اور سماج ایک دوسرے کو پہچاننے میں معاون اور مددگار ہوں گے۔ یہ تقسیم تفاخر اور تفاضل کے لئے نہیں ہے کہ اپنے آپ کو صاحب فخر اور فضیلت سمجھو اور مقابل کو کم تر کم عزت والا اور کم ظرف تصور کرو۔ اس کی ہنسی اڑاو، مذاق بناؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تحقیر کے نظریہ سے ہنسی مذاق کو منع فرماتا ہے۔ اس کا فرمان عالی ہے کہ ایک دوسرے کی نہ ہنسی اڑاؤ اور نہ مذاق بناؤ تم کو کیا خبر کہ جس کا مذاق بنایا جارہا ہے اور ہنسی اڑائی جارہی ہے، وہ ہنسی اور مذاق بنانے والے سے بہتر ہو کہ بعد میں تم کو شرم وندامت اور عدم مساوات کا احساس ہو۔ ایک دوسرے پر طعنہ کشی نہ کرو، نہ کسی کو برے نام سے پکارو اس لئے کہ طعنہ کشی اور نام کو بگاڑ کر پکارنے سے دشمنی جنم لیتی ہے، دلوں میں نفاق پیدا ہوتا ہے اور سماج مختلف حصوں میں بٹ جاتا ہے اور مساوات کے پیغام کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ عالم میں انتشار اور خلفشار ہوتا ہے، یہ سب بری باتیں اور رذیل خصلتیں ہیں اسلام ان کی نفی کرتا ہے اور یہ اس کے آئین کے موافق نہیں۔

انسانی سماج اور دنیا کا وجود مرد اور عورت سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں کو الگ الگ مخاطب کیا ہے کہ بعد میں مرد اور عورت میں بحث نہ چھڑ جائے کہ میاں یہ خدا کا فرمان تمہارے لئے ہے، میرے لئے نہیں۔ جو لوگ ایسے افعال سے توبہ نہ کرے اور حکم خداوندی پر عمل نہ کرے وہ ظالموں میں سے ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورۂ حجرات، آیت ۱۱، پارہ ۲۶)

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے

والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو، ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو۔ بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ ماننے والا خبر دار ہے۔ (سورہ حجرات، آیت ۱۳، پارہ ۲۶)

نبی برحق نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پیغام مساوات لے کر تشریف لائے۔ آپ نے اس کا اعلان صحابہ کرام کی کثیر تعداد کے سامنے حجۃ الوداع کے مبارک اور رحمت بھرے دن میں کیا۔ آپ نے عرفات کے میدان میں حجۃ الوداع کے مبارک اور مسعود موقع پر جبل رحمت کے پاس باوقار لہجہ میں بلند آواز میں ایک فصیح وبلیغ خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو تاریخ خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا

''اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد اور تم اس اجتماع میں دوبارہ جمع نہیں ہوں گے۔ (یہ اس طرف اشارہ تھا کہ میرا وصال کا وقت قریب ہے اور میں آج کی طرح تم سے اس طرح عرفہ کے دن جبل رحمت کے قریب مخاطب نہ ہوسکوں گا) یہ میرا پیغام عام اور خطاب خاص ہے، تم اس کو یاد رکھنا اِس پر عمل کرنا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا۔'' اس تمہید کے بعد مساوات کا درس دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تمہارا خون تمہارا مال اور تمہاری عزت وناموس اسی طرح ایک دوسرے پر حرام ہے جس طرح یہ دن (یوم عرفہ) یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لئے قابل حرمت ہے۔''

اے لوگو! تمہیں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونا ہے وہاں تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ خبر دار! میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو''

حقوق العباد میں مساوات اختیار کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا۔

عورتوں پر تمہارا حق ہے اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انھیں خوب کھلاؤ پلاؤ اور اچھا کپڑا پہناؤ۔''

غلاموں ماتحتوں اور کارندوں کے بارے میں فرمایا:

''جو خود کھاتے ہو وہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو انھیں بھی وہی پہناؤ۔ اگر کٹی ہوئی ناک والا کوئی حبشی بھی تمہارا امیر ہو، وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اُس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔''

آپ کی بعثت سے قبل جہالت میں لوگوں کو حق مساوات حاصل نہیں تھا، انسانوں کے بنائے ہوئے بے تکے عجیب قسم کے قواعد وقانون اور رسومات کا چلن تھا۔ مساوات کا تعلق علم اور تقویٰ اور انصاف سے ہے جس جگہ علمی ماحول اور پرہیزگاری ہوتی ہے، وہاں مساوات ہوتا ہے۔ آپ نے ان بے تکے جاہلیت کے قانون اور رسومات کے متعلق فرمایا:

''اے لوگو! آج جاہلیت کے تمام قواعد ورسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتل وغارت گری کے جھگڑے کو ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندان کے مقتول ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے خون کو جسے بنی ہذیل نے قتل کیا تھا، سے دست بردار ہوتا ہوں۔'' (ربیعہ بن حارث آپ کا چچازاد بھائی تھا جس کے بیٹے عامر کو بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا)

''زمانہ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود عباس بن عبد المطلب کے سود کو باطل کرتا ہوں اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔'' (خطبہ حجۃ الوداع)

آدمی کی رنگت خوبصورت اعلیٰ وادنیٰ خاندانی فخر بھی اس کو مساوات سے دور کرتا ہے۔ جس سماج میں یہ مرض ہوتا ہے وہ خوش حال نہیں ہوتا۔ سماج کو خوش حال اور صحت مند رکھنے کے لئے امتیاز نسل ورنگ اور بھید بھاؤ کو دور کرنا ضروری ہے۔ آپ نے اس عیب کو دور کرنے کے لئے حجۃ الوداع کے مثالی خطبہ میں تعلیم دی جس پر عمل کرنے سے سماج اور سماج والے اس موذی مرض سے محفوظ رہیں گے اور ایک صحت مند ماحول کی نشو ونما ہوگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم سب کا پالن ہار اللہ رب العزت وحدہٗ لاشریک ہے۔ تم سب کے باپ ایک ہیں یعنی تم آدم کی اولاد سے ہو اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے اور کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری اور فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت اس کی ہے جو پرہیز گار ہو۔ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ اِلَّا بِالتَّقْوٰى۔

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک کنبہ اور خاندان کی مانند ہے۔ اَلْخَلْقُ كُلُّهُمْ عَيَالُ اللّٰهِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مساوات کی اہمیت ظاہر ہوتی

ہے۔آپ نے یہ ارشادات صرف زبانی نہیں دیئے بلکہ معلم کائنات نے ان پر خود عمل کیا اور سارے عالم کو اس پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔آپ ان صحابہ کرام کے گھر تشریف لے جاتے جنھیں غلام کہا جاتا تھا،ان کی دعوت بھی قبول فرماتے اور بیماری کے دنوں میں ان کی مزاج پرسی کرتے، اُن سے خوش گوار گفتگو فرماتے،ان کی دل جوئی کرتے اور ان کو تسلی وتشفی دیتے۔پیغام مساوات کے سلسلہ میں ہم نبی کریم ﷺ کے چند واقعات پیش کرتے ہیں۔

فتح مکہ کے موقع پر جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا اور جب کعبہ شریف میں داخل ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی معیت میں داخل ہوئے۔ یہ دونوں غلام زادہ اور غلام تھے جب کہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان وعلی اور دیگر قریشی وانصاری صحابہ کرام موجود تھے۔حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا حسن اخلاق کس قدر اعلیٰ تھا اور کس قدر مساوات پر عمل کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ سفر کررہے تھے اور غلامی وخدمت کا شرف حاصل کررہے تھے۔اس سفر میں اونٹ ایک تھا اور سفر کرنے والے دو۔ پہلے آپ اونٹ پر سوار ہوئے کچھ دور چلنے کے بعد عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عقبہ اب تمہاری باری ہے تم اس پر سوار ہوجاؤ۔عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تامل کیا اور عرض کیا کہ حضور ہی تشریف رکھیں۔ میں حضور کی خدمت میں پیدل چلوں گا۔آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو تمہاری باری ہے۔آپ کے زیادہ اصرار کرنے پر حضرت عقبہ بادل ناخواستہ سوار ہوئے اور حکم کی تعمیل کی۔

ایک بار آپ چند صحابہ کرام کے ساتھ سفر فرمارہے تھے۔راستہ میں کھانے کی ضرورت پیش آئی۔صحابہ نے آپس میں کام تقسیم کرلیا۔آپ نے فرمایا ہم لکڑی لائیں گے۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ خدمت بھی ہم انجام دیں گے۔آپ نے فرمایا نہیں۔آپ جنگل سے آگ جلانے کے لئے لکڑی لائے۔

جنگ احزاب میں خندق کی کھدائی میں آپ نے صحابہ کے دوبدوش کام کیا اور خندق کھودی۔ جنگ احزاب جو جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے کا واقعہ ذی قعدہ ۵ھ مارچ ۶۲۷ء میں پیش آیا۔اس جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے لئے ''خندق'' کی تکنیک اپنائی گئی۔اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔عرب اس تکنیک سے واقف نہ تھے، یہ تکنیک فارس (ایران) میں جنگ کے موقع پر اپنائی جاتی تھی۔''خندق'' فارسی لفظ ''کندہ'' کا معرب ہے جس کا معنی ''کھودے گئے'' ہیں۔خندق کی کھدائی میں آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ بنفس نفیس حصہ لیا۔جب کوئی سخت چٹان آتی آپ کدال سے اس کو پارہ پارہ کردیتے۔خندق کھودنے کے دوران ایک ایسی سخت چٹان آگئی کہ صحابہ کرام لاکھ کوشش اور محنت کے بعد بھی اس کو نہ توڑ سکے۔آپ کو خبر کی گئی آپ نے اس سخت چٹان کو توڑ دیا۔

امام بخاری نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو ایک بڑی اور سخت چٹان سامنے آگئی جس کو کوئی شخص نہیں توڑ سکا۔رسول اللہ تشریف لائے، تین دن کا فاقہ تھا، پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔آپ نے دست مبارک سے کدال ماری تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔(صحیح بخاری) امام بیہقی نے واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیہقی میں اس طرح روایت کیا ہے:

آپ نے کدال اٹھائی اور بسم اللہ کہہ کر اُس پر ایک ضرب لگائی کہ اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔اس وقت آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے شام کی کنجیاں دی گئیں۔اس کے بعد دوسرا تہائی حصہ بھی آپ نے توڑ دیا اور ارشاد فرمایا اللہ اکبر مجھے فارس (ایران) کی کنجیاں دی گئیں۔خدا کی قسم میں مدائن کا سفید محل اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں پھر تیسری بار آپ نے بسم اللہ کہہ کر اُس پر ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی پاش پاش ہوگئی۔آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔خدا کی قسم میں اِس وقت اپنی اِس جگہ سے صنعا (یمن کا دار السلطنت) کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔(بیہقی، ابن کثیر)

ابن اسحاق نے حضرت سلمان فارسی سے نقل کیا ہے کہ کدال کے مارنے سے چنگاری نکلتی۔اس چنگاری کی روشنی میں حضرت سلمان فارسی نے وہ ملک اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا جو بعد میں فتح ہوئے۔

یہ حسن عمل اور مساوات کی عظیم مثال ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ اعلیٰ کردار، ادنیٰ واعلیٰ، آقا اور غلام کی تفریق کو ختم کردیتا ہے۔علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

مساوات پر عمل کرنے کے لئے ''انصاف'' کو اپنانا ضروری ہے۔

جب سماج میں پوری طرح انصاف ہوگا، اس وقت مساوات قائم ہوگا۔

اگر انصاف نہیں ہوگا مساوات بھی نہیں ہوگا، یہ ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ نبی برحق منصف اعظم تھے، انصاف کو پسند فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب آپ ان (یہودیوں) کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ فیصلہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (۴۲) وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ۔ (سورہ شوریٰ آیت ۱۵، پارہ ۲۵) مجھے حکم ہے کہ میں انصاف کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی اور ایک نام نہاد مسلمان (منافق) کے درمیان تنازع ہوا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا، اس لئے کہ وہ حق پر تھا۔ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی تو وہ امیر گھرانے کی تھی۔ سرداران قریش نے چاہا کہ اس کی سزا میں تخفیف (کمی) کردی جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی خدمت میں سزا میں کمی کے لئے بھیجا۔ جب حضرت نے سزا میں تخفیف کے لئے عرض کیا تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ! تم سے پہلے قومیں اس لئے ہلاک ہوگئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے لیکن جب کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اُس کو سزا دیتے۔ اللہ کی قسم! محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ (صحیح بخاری ومسلم)

نبی کریم ﷺ کا خدا کے حکم سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنا، اسلام کی سنہری تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔ ہجرت کے بعد اسلام میں نئی تازگی اور شگفتگی آئی۔ اسلامی معاشرہ نے ایک جاندار، صحت مند، پرکشش اور خوبصورت وخوب گوار شکل اختیار کی۔ یہ معاشرہ امت محمدیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں مساوات نے وہ گلہائے رنگ برنگ کھلائے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ ہوئی۔ امیر غریب، اعلیٰ و ادنیٰ، رنگ ونسل کا تعصب ختم ہوا۔ اعلیٰ اور اشرف کہے جانے والے خاندانوں کی فضیلت اور قبائلی بالادستی ختم ہوئی۔ سبھی مسلمان سماجی طور پر برابر قرار دِیے گئے اور انھیں امت مسلمہ کا باوقار لقب دیا گیا۔

اسلام کو پھیلانے میں ان کی قربانیاں ناقابل فراموش تھیں۔

اسلام کے نام پر سب سے پہلے جان کی قربانی دینے والی خاتون ابوجہل کی کنیز حضرت سمیہ تھیں۔ ان کا تعلق غلام خاندان سے تھا۔ ابوجہل جس کو رسول اللہ نے امت کا فرعون بتایا ہے، نے ان کو بیت اللہ شریف کے اندر نیزہ مار کر سر عام شہید کیا تھا۔ یہ وہ خوش قسمت جنتی خاتون ہیں جنھیں عورتوں میں سب سے پہلے شہادت کا مرتبہ حاصل ہوا۔ مردوں میں یہ مقام حضرت حارث کو ملا۔ انھیں کعبہ شریف میں سجدہ کی حالت میں شہید کیا گیا۔ حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم جن کی لمبائی دو میٹر سے زیادہ تھی جن کی کڑک آواز کے بارے میں مشہور تھا کہ شیطان بھی ان سے ڈرتا ہے۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو مساوات پر اس قدر عمل کیا اور مزاج میں اس قدر عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کیا کہ دنیا کے لئے مثال بن گئے۔

اس زمانہ میں اشراف حکم کرتے اور غلام کام کرتے۔ ان کی یہ مجال نہ تھی کہ حکم عدولی تو درکنار اُس کا تصور بھی کرسکیں۔ جب ہجرت کے بعد وادی قبا میں خدا کا پہلا گھر ''مسجد قبا'' کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ حضرت عمر کاندھوں پر بھاری بھرکم پتھر اٹھاتے اور بہت دور مقام سے مٹی کی بوری سر پر رکھ کر لاتے۔ نبی کریم بہ نفس نفیس حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ گارا بناتے اور چنائی کا کام کرتے۔ اُس کی تعمیر میں تمام مسلمانوں مہاجرین وانصار نے مل جل کر کام کیا اور مساوات کا بہترین عملی نمونہ پیش کیا۔ حضرت ابوبکر وعمر وصہیب رومی جیسے نامی گرامی اشراف طبقہ سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام غریب ونادار مفلس مسلمان ساتھ ساتھ شانہ بہ شانہ کام کرتے رہے۔ اشرف الاشراف نبی کریم ﷺ خود بھی صبح سے شام تک ان کے ساتھ مصروف کار رہتے تا کہ انھیں کسی قسم کا احساس نہ ہو اور وہ مساوات کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں۔

جب مسجد قبا تیار ہوگئی تو آپ نے نماز جمعہ ادا کی، مدینہ کے یہودی بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپ نے ایک جامع خطبہ دیا اُس خطبہ میں آپ نے مساوات کا ذکر کیا۔ یہودیوں کو مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا:

''انھیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ لوگ دوسری قوموں سے برتر ہیں۔ خدا نے کسی قوم کو کسی دوسری قوم پر فوقیت دے کر پیدا نہیں کیا، اس کی نظر میں سب برابر ہیں، خدا کا قرب وہی لوگ حاصل کرسکتے ہیں

جو متقی اور پرہیز گار ہیں۔

آپ نے جب مدینہ منورہ کا آئین مرتب کیا اور میثاق مدینہ وجود میں آیا اُس میں بھی مساوات کو مدنظر رکھا اور مدینہ کو حرم کا درجہ دیا۔ اس سے مدینہ کے باشندوں میں مسرت وخوشی کی لہر دوڑ گئی کیوں کہ اس آئین کی رو سے سبھی باشندگان مدینہ کو یکساں حقوق حاصل ہوئے۔ مدینہ کے یہودی بھی مسلمانوں کی طرح آپ کی آمد کے منتظر تھے تا کہ آپ ان کے بھی اختلافات کو دور کردیں اور ان کی زندگی خوش حال ہوجائے۔ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مہاجر اور انصار کے درمیان رشتہ اخوت ومحبت قائم کیا، دونوں نے اس کو بسر وچشم قبول کیا۔ ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک ہوئے اور معاشی کاروبار اور کام کاج میں حق برابری نبھانے کا وعدہ کیا اور اس کو نبھایا۔

پیغمبر اسلام نے مساوات کو مدنظر رکھا تا کہ مہاجر وانصار میں کسی کی دل شکنی نہ ہو، آپس میں بھید بھاؤ نہ ہو۔ مقصد یہ تھا کہ بھائی چارگی اور اخوت کا رشتہ برقرار رہے۔ آپ نے خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رشتہ اخوت باندھا اور فرمایا، اے علی! ذریعہ معاش کے لئے ایک دن تم کام پر جاؤ۔ دوسرے دن میں اور دونوں محنت ومزدوری کریں گے۔

کفر اور اسلام یعنی حق اور باطل کے درمیان پہلی فیصلہ کن جنگ ''جنگ بدر'' میں انصاف اور مساوات کا بہترین عملی نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ جنگ بدر میں کفار کو شکست فاش اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں کفار پر ایسی بدحواسی اور اسلام کا رعب طاری ہوا کہ میدان جنگ سے ان کے پیرا کھڑ گئے اور الٹے پیر بھاگے۔ بہت سارا سامان چھوڑ گئے۔ اس معرکہ میں ستر مشرکین کفار قتل ہوئے اور ستر اسیر جنگ ہوئے۔ رسول اللہ نے زمانہ جاہلیت کے جنگی قانون قتل کو ختم کر کے قیدیوں کے لئے نیا قانون (آئین) بنایا۔ یہ انصاف اور مساوات پر مبنی تھا۔ اس آئین میں قیدیوں کی رہائی کے لئے حیثیت کے مطابق فدیہ مقرر کیا۔ یہ رقم چار ہزار درہم تھی اور جس کے پاس یہ رقم نہ ہو، وہ اس کے عوض جنگی اسلحہ نیزہ تلوار ڈھال دے کر رہائی حاصل کرے۔ جس کے پاس یہ بھی نہ ہو لیکن وہ پڑھا لکھا تعلیم یافتہ ہو، وہ مدینہ کے دس بے پڑھوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی کا پروانہ حاصل کرے۔ مسلمانوں کو ہدایت دی کہ وہ ان کے کھانے پینے کا پورا خیال رکھیں، اس لئے کہ انسان کو بھوکا رکھنا انسانیت نہیں اور یہ اللہ کو بھی پسند نہیں۔ سابقہ قانون یہ تھا کہ جنگ میں جو سپاہی جس کو قید کرے گا اُس پر اس کا پورا اختیار ہوگا، وہ اسے غلام بنائے، آزاد کرے، زندہ رکھے یا قتل کرے۔

ایران جنگ میں آپ کے عم محترم حضرت عباس اور داماد ابوالعاص (حضرت بی بی زینب کے شوہر) بھی تھے۔ ابوالعاص آپ کی زوجہ اولیٰ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھانجے اور داماد بھی۔ حضرت بی بی زینب نے ان کی رہائی کے لئے تین ہزار درہم نقد اور ایک ہزار مالیت کا زیور بھیجا۔ زیور دیکھ کر آپ نم دیدہ ہوئے۔ اس زیور میں ایک ہار تھا جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضرت بی بی زینب کو دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ تجویز رکھی کہ ابوالعاص شوہر بنت رسول اللہ کو فدیہ وصول کیے بغیر رہا کر دیا جائے اور نقد رقم وزیور واپس کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ عمر! میرے اور دوسرے کے درمیان کوئی فرق نہیں جو بیٹی کا خاوند فدیہ ادا کیے بغیر رہا کیا جائے مگر ایک شرط پر کہ وہ آزادی کے بدلے میں یہ وعدہ کرے کہ زینب کو طلاق دے کر ہمارے پاس بھیج دے تا کہ وہ مسلمانوں میں زندگی بسر کرے۔

نبی کریم ﷺ کا اسلام کے پیغام مساوات پر عمل کا یہ عالم تھا کہ جنگ بدر میں گرفتار اپنے اقارب کو بھی دیگر اسیران بدر کے ساتھ رکھا۔ عم محترم حضرت عباس جو دیگر اسیران کے ساتھ سخت گرفت میں تھے اور کس کر بندھے ہوئے تھے جب ان کی گرفت میں صحابی نے ڈھیل دی تو آپ نے حکم دیا کہ دیگر اسیران کی بھی گرفت ڈھیلی کر دی جائے۔ آپ جب اسیران بدر کا فیصلہ فرما رہے تھے اُس وقت بھی اپنے چچا کو رعایت نہیں دی۔ چچا نے صفائی پیش کرتے ہوئے کہ میں چھپا ہوا مسلمان تھا، لوگوں نے خواہ مخواہ مجھے پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام خفیہ دین نہیں ہے کہ مسلمان اس کی چوری چھپے پیروی کریں۔ آپ کو میدان جنگ میں اسلحہ لٹکائے ہوئے دیکھا گیا، اگرچہ سب سے پیچھے تھے۔ آپ کو بھی فدیہ دینا ہوگا۔ اسیران جنگ کے ساتھ مسلمانوں نے مساوات اپنایا اور حسن سلوک کیا، خود بھوکے رہ کر اُن کو کھلایا پلایا اور کپڑا عنایت کیا جیسا کہ حضرت عباس کو برہنہ جسم دیکھ کر ایک جوان نے قمیص اتار کر دی۔

جنگ بدر کے اسیران میں اپنے بیٹے کو چھڑانے کے بہانے عمیر بن وہب آپ کے قتل کے ارادے سے مدینہ آیا۔ جب عمیر آپ کے گھر میں داخل ہوا اُس نے دیکھا کہ آپ بڑے سکون سے ردائے مبارک (چادر شریف) دھو رہے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی محافظ نہیں اور تنہا

ہیں۔اسے تعجب ہوا کہ آپ ردائے مبارک خود دھو رہے ہیں۔آپ نے دریافت کیا تمہیں مجھ سے کچھ کام ہے،اس نے کہاہاں!میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ مجھے اپنے لڑکے کی رہائی کے لئے کتنا فدیہ دینا ہوگا؟آپ نے فرمایا جھوٹ بولتا ہے تو مجھے قتل کرنے آیا ہے۔وہ ہکا بکا رہ گیا،اس نے کپڑے میں چھپے خنجر کو زمین پر پھینک دیا اور اسلام قبول کیا۔قتل کی سازش سرداران مکہ کی طرف سے تھی اس میں ابوسفیان،ابولہب اور صفوان بن امیہ پیش پیش تھے۔ابولہب نے سارا خرچ اٹھانے کا ذمہ لیا تھا۔

محسن انسانیت نے زندگی کے ہر گوشہ کے لئے مساوات اپنانے کا پیغام دیا۔اہل خانہ کے ساتھ اعتدال کی راہ پر چلنے کے لئے فرمایا کہ لڑکے لڑکیوں کے خورد ونوش پر،تعلیم وتربیت میں برابر کا سلوک یعنی مساوات کی روش اختیار کرنے اور توازن برقرار رکھنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری توجہ صرف لڑکوں کی جانب ہو، لڑکیوں کو نظرانداز کرو۔آج کل یہ عام ہے،اس نے مہلک شکل اختیار کی ہے۔اس پر سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ سماج سے یہ مرض دور ہو، ماحول صاف ستھرا ہو۔آپ نے اس کا کامیاب علاج ''انصاف اور مساوات'' پر عمل بتایا ہے۔انصاف سے مساوات ہے مساوات سے، مانوتا ہے۔مانوتا سے ایکتا ہے۔ایکتا میں طاقت ہے۔دنیا کو طاقت ور اور خوش حال بنانے کے لئے مانوتا،ایکتا اور مساوات ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے خانگی زندگی میں بھی مساوات کا پیغام دیا اور خود عمل کر کے امت کے سامنے بہترین نمونہ پیش کیا۔خانگی زندگی میں اس کا خاص مقام ہے اور اس کی بڑی اہمیت ہے۔اگر اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو نظام درہم برہم ہوجاتا ہے،خوش گوار زندگی میں فرق آتا ہے۔آپ ازواج مطہرات کے حقوق کا برابر خیال رکھتے۔ان کے درمیان عدل وانصاف فرماتے اور ذرہ برابر فرق نہ کرتے۔جب سفر کا ارادہ فرماتے، ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا وہی آپ کی ہم سفر ہوتی۔آپ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام ازواج مطہرات کے پاس حجروں میں تشریف لے جاتے اور ان کی مزاج پرسی فرماتے اور خبر گیری کرتے۔جب رات ہوتی جہاں باری ہوتی تشریف لے جاتے اور شب گزارتے۔آپ نے گھریلو کام کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کی ،بہت سے موقعوں پر ازواج مطہرات کا ہاتھ بٹایا۔دست مبارک سے صفائی کی اور جھاڑو لگایا،آگ جلائی اور کپڑے سیے اور صاف کیے۔

نبی کریم کا پیغام مساوات تمام مخلوق کے لئے ہے اس میں انسان،حیوان،چرند وپرند،نباتات وجمادات سب شامل ہیں۔آپ نے جانوروں کے ساتھ انصاف کرنے اور ان کے کھانے پینے کا معقول انتظام کرنے کا حکم فرمایا۔جانوروں کی بول سمجھنے سے ہم قاصر ہیں،اس لئے ان کا خاص خیال رکھنا ہمارا فرض ہے،ایسا نہ ہو کہ جو مویشی ضعیف اور کام کے لائق نہیں ، ان کا خیال نہ رکھیں،صرف کام کے لائق مویشیوں کا خیال رکھیں۔آپ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور اس سے اس کے ریوڑ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

اگر ہم باغبانی کرتے ہیں تو باغ کا پورا خیال رکھیں۔پیڑ پودوں کو وقت پر کھاد پانی دیں اور مساوات کا خیال رکھیں۔اس لئے کہ ان میں زندگی اور احساس ہے۔سائنس نے ثابت کردیا ہے کہ جمادات و نباتات میں زندگی بھی ہے اور حس بھی۔مثال کے طور پر چھوئی موئی کا ننھا سا پودہ چھونے پر احساس کا اظہار کرتا ہے،اس کی نازک پتیاں ہاتھ سے چھونے سے شرما جاتی ہیں اور بند ہوجاتی ہیں،کچھ دیر کے بعد خود بہ خود اصلی حالت پر آجاتی ہیں۔آپ نے چودہ سو سال قبل فرمادیا تھا کہ یہ زندہ ہیں،ان کا خیال رکھو۔جس میں زندگی ہوتی ہے اس میں حساسیت اور گویائی بھی ہوتی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی کرتی ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ (سورہ جمعہ آیت ۱، پارہ ۲۸) اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے زندگی کے ہر شعبہ اور گوشے کے لئے مساوات کا پیغام دیا،اس پر عمل کیا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس پیغام کو عام کریں اور اس پر عمل کریں۔بغیر عمل کے دوسروں کو نصیحت کرنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ہم اہل خانقاہ کا راستہ اپنائیں اور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور صحیح معنوں میں امتی کہلانے کے مستحق ہوں۔

اہل خانقاہ پہلے خود عمل کرتے پھر دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں۔

☆☆☆

☆۱۱ ستمبر ۲۰۱۹ء بروز بدھ/۱۱ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ، دہلی

سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ فریدیہ، بدایوں شریف
8860344708

منظر نامہ

بموقع یوم وصال ۲۵ صفر خصوصی پیش کش

رضویات پر تحقیقات کیلئے ایک عالمی کثیر اللسان جرنل کی ضرورت

محمد یاسر رضا باندوی★

اِس وقت برصغیر ہندو پاک سے اہل سنت کے اشاعتی اداروں سے لاتعداد رسائل وجرائد شائع ہورہے ہیں۔ یہ جرائد ادبی، نیم ادبی، سیاسی، مذہبی، سماجی اور دیگر موضوعات پر مشتمل ہیں۔ رسائل وجرائد کی اشاعت کی ایک طویل تاریخ ہے اور موضوعات کے اعتبار سے ان کی بڑی اہمیت بھی۔ جبکہ اگر کتابوں کی بات کریں تو ان میں کسی ایک موضوع پر ایک ہی قلم کار کے مضامین ہوتے ہیں اور بیشتر میں یکسانیت ہوتی ہے لیکن رسائل وجرائد میں مختلف عنوانات پر مختلف ادیبوں کے خیالات پڑھنے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح رسائل وجرائد کے خصوصی شماروں کی بھی زبردست اہمیت ہوتی ہے جن میں متعدد ماہرین کے مضامین ہوتے ہیں جو بڑے متنوع اور جدا جدا اندازِ نگارش کے ساتھ انتہائی معلومات افزا ہوتے ہیں۔ یہ اہمیت وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے کیونکہ آگے چل کر یہی رسائل و جرائد مختلف تحقیقات میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

بعض معیاری وتحقیقی جرائد کی اہمیت تو کتابوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے جس کی بنیادی وجہ ان کی معیاری اشاریہ سازی (Indexing)، عصری انداز ترتیب (Modern Sequence)، اصولی ضوابط (Logical Regulations)، معیاری انداز بیان (Phraseology Standard)، اعلیٰ اثر عنصری (High Impact Factor)، جدید تحفظ حقوق نقل واشاعت (Modern Copyright Reservation) وغیرہ ہے اور اُنہی کی بنیاد پر ہی پی ایچ ڈی، ایم فل وغیرہ کرنے والے محققین کو اُن کی یونیورسٹی، ان کے کام کا معیار طے کرتی ہے اور اسی کی بنیاد پر ہی ان کے نگرانِ تحقیق ان کی مدد کر پاتے ہیں ساتھ ہی اپنی اسی انفرادیت کی بنیاد پر اس میں مضامین شائع کروانے والے پروفیسرس کو یونیورسٹی کی نگاہ میں تخلیق کار سمجھتے ہوئے اعزاز واکرام سے بھی نوازا جاتا ہے۔

جب جرائد کو مذکورہ فکر کے تناظر میں دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے پاس کوئی ایسا معیاری جریدہ نہیں جس کو وہ مقام حاصل ہو کہ تحقیق کے ان عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے سبب اس کو تحقیقی جریدہ کہا جاسکے یا اُس کی غیروں کی نظر میں کوئی اہمیت ہو۔ اگر چند ایک اس معیار کے جریدے مل بھی جائیں تو اُن کے اندر تحقیقی چاشنی نہیں ملتی اور اگر عصری تقاضوں کے عین مطابق تحقیقی چاشنی مل بھی جائے تو اہل سنت کی جڑ سمجھے جانے والے رضویات کے اتنے وسیع شعبے میں کوئی ایسا جریدہ موجود نہیں جس کے ذریعہ ہند کی پانچ ممتاز زبانوں: ہندی، اردو، انگریزی، عربی اور فارسی میں اجمالی طور پر عصری اسلوب کے پیش نظر سب کو تحقیقی ماحول ملے اور وقت کے تقاضے کے مطابق ان تحقیقات کی نشر واشاعت ہوسکے جبکہ رضویات کے اندر تحقیق کے اتنے باب دن بدن کھل رہے ہیں کہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُنْ فَیَکُوْنْ

ساتھ ہی اہل سنت کے علماء بھی اپنی تحریر وتقریر سے ضرورت کے مطابق دین کے مختلف شعبہ جات میں تحقیقات کے مزید ابواب کھول رہے ہیں اور ساتھ ہی احادیث مبارکہ کی وسیع تحقیق نظام مصطفیٰ ﷺ کی وسعت کے مطابق علمائے حق کے ذریعہ جاری ہے۔ ان سبھی تحقیقات کو عصری اسلوب کے کشکول میں سمیٹنے کے لئے اگر ابھی سے قدم نہ اٹھایا گیا تو پھر بعد میں اس کو مستقبل کے مطلوبہ جدید رنگ و ڈھنگ سے مرتب کرنا ہمارے لئے مشکل ترین ہوجائے گا۔

دور حاضر پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ ان اسلوب پر یونیورسٹیوں میں اسلام پر ہونے والی تحقیقات اور اُس کے متنوع ابواب پر عموماً اور اسلاف امت کے افکار ونظریات کی ترجمانی کرنے والے باب ''رضویات'' پر خصوصاً تحقیق کا گراف تیزی سے گرتا جارہا ہے، جس کی بنیادی وجہ مذکورہ ومطلوبہ عصری تقاضوں (Modern Parameters) سے مستغنی ہونا ہے، اگر ہمارے طلبائے کرام مدارس سے فارغ التحصیل

ہونے کے بعد تحقیق کے لئے عصری اداروں کا رخ کرتے ہیں تو اُنھیں بہت سی پریشانیوں کا سامنہ کرنا پڑتا ہے کیوں کہ وہ تحقیق کے ان جدید تقاضوں سے واقفیت تو دور، اُن کے اسلوب کے نام تک سے بھی واقف نہیں ہوتے۔

یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ان تقاضوں پر پورا اترنے والا کوئی اکیڈمک جریدہ (Academic Journal) ماضی میں ان کی نظر سے نہیں گزرا ،اور نہ ہی ان کے مدرسے کی لائبریری میں موجود تھا حالانکہ تحقیق کے میدان میں کام کرنے کے لئے اور اس سے بھی بالاتر ہر معاملے میں یونیورسٹیوں میں معاشی مواقع (Job Opportunities) زیادہ وسیع ہوتے ہیں پھر بھی جدید اسلوب تحقیق (Modern Research Parameters) سے ناواقفیت کی بنیاد پر طلبہ کو خاصا وقت لگ جاتا ہے، تیزی سے گزرتا وقت اور گھریلو ذمے داریاں اور قلت معاش کے سبب فارغ البال نہیں ہو پاتے اور کھل کر کام کرنے کا موقع بھی مشکل سے ملتا ہے۔اب اگر معاشی معاملات درست بھی ہوں اور موقع فراہم ہو بھی گیا تو انگریزی سیکھنا اور اگر انگریزی آتی ہے تو اس فن کو انگریزی میں سیکھنا اُن کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج رہتا ہے۔اب اگر فن کو انگریزی زبان میں سیکھنے کے بعد وہ اپنی زبان اردو عربی یا فارسی میں سے کسی ایک میں سے، کسی مخصوص فن کی کتاب کو انگریزی میں منتقل کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں مگر یہ صلاحیت ان کو محدود کام سے محدود دائرے میں روشناس ہونے کا ہی موقع دے پاتی ہے۔اس کے برعکس ان جرائد کے ماحول سے وابستگی کے سبب تعاونات وتعینات کے ابواب کھلنے کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور پھر کسی چیز کی عدم موجودگی تحقیق میں حائل نہیں ہو پاتی متزاد یہ کہ مذکورہ عصری جرائد ہر معاملے میں منفرد المثال ہوتے ہیں عیاں وہ حقائق ہوں ، معارف ہوں یا دلائل ،اس میں موجود مواد تحقیقی نتائج سے لبریز اور تازہ ترین تحقیق پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں ہونے والے تحقیقی امکانات سے بھی ہم آہنگ کرواتے رہتے ہیں جس کی بنیاد پر اسکالر کو اپنے شعبے میں کام کرنے کے لئے مشترکہ طور پر تحقیقی تعاون ملتا ہے جس سے تخلیقی ذہن کا دائرہ مزید وسیع ہوتا ہے جس کی وجہ سے کسی خاص فرد میں مخصوص علم کی عدم موجودگی کے باوجود اشتراک (Collaboration) سے کارِ تحقیق نہ صرف اپنے کامیاب انجام تک پہنچتا ہے بلکہ تحقیق اپنی عمیق خصوصیت کو حاصل کر لیتی ہے۔

آسان لفظوں میں کہیں تو ذہنوں کے تحقیقی اشتراک (Collaborative Research) سے بنا یہ مربع تحقیق ایک طرح کا معجون یا مرکبۂ لاجواب معیاری ومنفرد حیثیت سے مزین ہو جاتا ہے۔

جرائد کی معیاری اشاعت کے قوانین (Article Processing Control) کے پیش نظر علوم دینیہ سے فارغ التحصیل طلبہ کی بہت محنت کے بعد کے چند مقالے ہی اشاعت پذیر ہو پاتے ہیں اور اشاعت کے بعد جرائد کی مجلس تحریر کے مشوروں پر بار بار تصحیح (Peer Review Process) کے مشورے ہوتے رہتے ہیں جس کے سبب علمی مذاکرات کی محافل گرم ہوتی رہتی ہیں ساتھ ہی کسی مقالے کو عالمی سطح پر نشر ہونے پر مبارکباد کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے۔ الحاصل یہ کہ مطالعہ، تحقیق اور پھر مقالہ لکھنے سے لے کر اُن کی تصحیح کے مراحل پھر اُن کی اشاریہ سازی سے لے کر عقل سے بالاتر جدید نشری مراحل (جس میں مقالہ نگار کی تحریر کا معیار طے کر کے اسکو دنیا کے کونے کونے میں مختلف ذرائع سے بھیجا جاتا ہے) تک ایک منظم نظام کا ماحول انہیں عصری وتحقیقی جرائد سے ملتا ہے بشرطیکہ تسلسل کے ساتھ ان کا معیاری وقار باقی رہے۔

اب یہ بات تو واضح ہوگئی کہ تحقیقی تعاونات اور تعینات میں کس طرح یہ جرائد اپنا کلیدی کردار ادا کرتے ہیں مگر تحقیقی تعاونات کی اہمیت رضویات کے میدان میں کتنی ہے؟اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے ۱۰۱ ویں عرس رضوی کی مبارک تقریب میں کنز الایمان لائبریری ،واقع پہلی منزل خانقاہ صدر العلماء، بریلی شریف کے ہال میں، کنز الایمان فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کے زیر اہتمام سالانہ منعقد ہونے والی دوسری اکیڈمک کانفرنس ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۹ء بعنوان ’’رضویات:ایک بین الاقوامی نظریہ (Razawiyat: An International Theology) میں اپنا مقالہ پڑھنے سے پہلے استاد محترم، جانشین امام علم وفن حضرت علامہ قاضی شہید عالم رضوی نے اِس عنوان پر ایک مدلل خطاب کیا تھا جس کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

’’ضرورت اس بات کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کو موجودہ زمانے میں (فن کے تقاضوں کے اعتبار سے) انگریزی اور عربی زبان میں منتقل کیا جائے تاکہ پوری دنیا میں رضویات کا سہی تعارف ہو سکے اور

اس کے لئے مترجم کو بنیادی طور پر چار باتوں کا جاننا اشد ضروری ہے: مثال کے طور پر کسی فن کی کتاب کا اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنا ہو تو(۱) دونوں زبانیں اردو اور انگریزی جانتا ہو (۲) دونوں زبانوں میں اس کے مباحث و اصطلاحات سے واقفیت ہو(۳)اس فن سے واقفیت ہو (۴) دونوں زبانوں میں اس فن سے واقفیت ہو، اِن چار چیزوں میں جو کامل دسترس رکھے گا وہی ترجمہ کرسکتا ہے۔

مثال کے طور پر ''فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین'' میں اعلیٰ حضرت نے زمین کی حرکت کا رد کیا۔ یہ کتاب اردو زبان میں ہے کتاب چھپ گئی۔ اس اردو کتاب کی بنیاد پر اسٹیجوں پر چیلنج پر چیلنج کیا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے زمین کی حرکت کا رد کیا ہے اور نیوٹن اور آئنسٹائین کے فارمولا کا رد کیا مگر موقع پر سرزمین پر، مخالفین کو انگریزی میں دِکھا پانے کی ابھی تک ہمیں توفیق نہیں ہوئی۔ بعض جگہ کچھ لوگوں نے ترجمہ کرنے کی کوشش کی، مجھ کو لا کر دیا۔ میرے سامنے دشواری یہ کہ میں انگریزی جانتا نہیں تو کیسے کہہ سکتا ہوں کہ ترجمہ صحیح ہوا یا نہیں؟ بعد میں بہت سے انگریزی کے ماہرین کو دِکھایا گیا تو اُن کے مشاہدے سے معلوم ہوا کہ ترجمہ نہیں ہو پایا، اس میں اغلاط بہت زیادہ ہیں اور ایسے اغلاط ہیں کہ جن کی وجہ سے اصل مباحث تک رسائی نہیں ہو پا رہی ہے تو معلوم ہوا کہ کماحقہ ترجمہ نہیں ہوسکا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ کہ مترجم انگریزی سے تو واقف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ فن کی مصطلحات سے بھی واقف ہوں مگر اردو زبان میں جو مصطلحات ہیں علم مثلث سطحی کے، علم مثلث کروی کے، زیج کے، علم ہیئت وغیرہ ان سے واقفیت نہیں پائی جاتی تبھی تو ترجمہ کا مکمل طور پر حق ادا نہیں ہوسکا۔

اس لئے مدارس سے تعلق رکھنے والے علماء کو بھی ان علوم فنون میں دست رس حاصل کرنا ضروری ہے پھر اُن کا عصری اداروں سے تعلق رکھنے والے انگریزی میڈیم کے طلباء اسکالر اور محققین کا آپس میں تال میل ہونا ضروری ہے۔ جب ایسا ماحول دیا جائے گا تو اس سے ذہن بنے گا پھر ان کے درمیان ہم آہنگی ہوگی تو ظاہر بات ہے کہ وہ کتاب لے کر آئیں گے ملاقاتیں ہوں گی اور مذاکرہ ہوگا تو پھر اُن مباحث کو سمجھنے کے بعد پھر مکمل طور پر جیسا چاہیے ویسا انگریزی میں ترجمہ ہوسکے گا۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو بہت دشواری کا سامنا ہے۔

اس لئے محترم حضرات میں گزارش کروں گا جو لوگ محبان اعلیٰ حضرت ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عصری علوم میں بھی دسترس رکھتے ہے، ان کو چاہئے کہ وہ اہل علم کے قریب آئیں اور علمائے کرام کو بھی، ان سے میں گزارش کروں گا کہ وہ حضرات بھی ان افراد کے سر پر ہاتھ رکھیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس طرح جب دونوں گروپ سے مل کر یہ ہمارا قافلہ آگے بڑھے گا تب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے ان علوم فنون کو دنیا والوں کے سامنے جیسا پیش کرنا چاہیے ویسا ہم پیش سکے گے، اگر ایسا نہ ہوا تو پھر بڑی پریشانی کا سامنہ ہوگا۔''

اگرچہ بیشتر تحقیق میں اس کے مقالہ نگار، نگران، معاونین وغیرہ سب نے تحقیق میں اعتذار (Barrier in Research) کے حوالے سے بہت سے عناوین پر فکری بحث کی ہے۔ مختلف یونیورسٹیوں میں راقم نے اس موضوع پر سیمیناروں اور سمپوزیم وغیرہ میں شرکت کرکے سیکڑوں لیکچر بھی سنے ہیں، مگر باہمی تعلقات اور اسکالرز کے تعاون سے متعلقہ تحقیق (collaborative research) کے عنوان پر سنا گیا میری زندگی کا یہ پہلا منفرد المثال وعظ تھا، اس کی اہمیت کے پیش نظر رضویات کے صاحبان علم و دانش نے اس کو خوب سراہا۔ انٹرنیٹ پر یہ آواز بھی لائیو نشر کی گئی اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اہل علم سنتے گئے اور اس کی گونج تیز ہوتی گئی، بعدہٗ اس نے رضویات کے اسکالرس کے جذبۂ تحقیق وشوق تخلیق دونوں کے لئے آبِ حیات بن کر اپنا کام کردیا ساتھ ہی فکر رضا کو تجدید نو بخشنے میں بریلی شہر پھر سے سبقت لے گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت کے مذکورہ لائحۂ عمل پر ہندوستان میں اسکالرس جمع ہونے لگے۔

کانفرنس کے بعد قاضی شہید عالم صاحب کی صدارت میں ملک بھر سے آئے اسکالرس کے ساتھ مزید مذاکرہ ہوا جس میں صد سالہ عرس رضوی کی اکیڈمک کانفرنس میں بمقام امام احمد رضا اکیڈمی ۳ نومبر ۲۰۱۸ء کو ایک سال قبل لیے گئے فیصلے کی تجدید کرتے ہوئے اس عبارت کو اجتماعی فیصلے کے طور پر پڑھ کر سنایا گیا:

''دورحاضر کے تقاضوں کے اعتبار سے موجودہ ادبی مواد یونیورسٹیوں کے طلبہ کو اُن کی تحقیقی راہوں پر محدود بصیرت فراہم کرتا ہے جن میں انفرادی محقق مختلف باہمی تعاون کے منصوبوں میں شامل ہونے کا انتخاب کرنا چاہتے ہیں اور اس کا کوئی آپشن نہیں ملتا۔ اس انتخاب میں یہ اکیڈمک جرائد نہ صرف تحقیق کے لئے ایک مستقل و روشن ذریعہ ہیں بلکہ مذاکرہ و مکاشفہ اور تصحیح و ترتیب کے لئے مکمل دستور عمل ہے۔ اِس لئے

ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ عہد میں نظریات کی پیش کش ، عناوین کی جانچ پڑتال اور مقالہ کے مذاکرات کے لئے مستقل اور شفاف فورم کے طور پر ایک بہر زبانی اور کثیر اللسان (Multilingual Multiacademic) جریدے کی اشاعت کی جائے جس میں پانچ زبانوں اردو، انگریزی، ہندی، عربی اور فارسی میں باقاعدہ باب قائم کر کے جدید تحقیقی اصولوں کو فراخ دلی سے قبول کرتے ہوئے یونیورسٹیوں کے علمی تقاضوں کے مطابق رضویات پر ایک اکیڈمک جریدے کی اشاعت کی جائے اور اُس کا معیار و وقار کو بنانے اور باقی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

اس جریدے کے لئے ہر زبان کا الگ شعبہ بنایا جائے جو ذمے داری کے ساتھ اس کی اشاعت بھی کرے ساتھ ہی وقتاً فوقتاً متعدد مرتبہ مقالات کا جائزہ (Peer Review Process) لے کر اُن کی تصحیح کا بھی فریضہ انجام دیتا رہے اور اسی محنت کی بنیاد پر جریدے کی مختلف اداروں سے اشاریہ سازی کروائی جائے تاکہ جریدہ کا ایک اچھا سا اثر عنصری (Impact Factor) نکل کر سامنے آتا رہے اور ہر محاذ پر ہر صدی میں اس کا حوالہ معیاری سمجھا جاتا رہے۔ مزید یہ کہ اس کا مواد ہر نقلیات و فرضیات سے پاک حقائق و دلائل پر مبنی اصل حقیقی تحقیق اور عقیدۂ اہل سنت بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کی علمی توثیق مع تبصرہ و تائید کے شامل ہوں اسی ماحول میں اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد بابرکت کی عملی ترجمانی ہو کہ تحریر تقریر سے زیادہ دیرپا اور اثر انگیز ہوتی ہے طلباء میں تحریری رجحانات پیدا کیے جائیں۔

گزشتہ سال کی محنت کی بنیاد پر مذکورہ تقاضوں کا حامل رضویات پر دنیا کا پہلا کثیر اللسان جریدہ جدید طرز کی انگریزی، اردو، عربی اور فارسی زبان میں بعنوان: عالمی کنز الایمان اکیڈمک جریدہ بر رضویات: Kanzuliman Academic International Journal) On Razawiyat(KAIJOR

پہلے ایڈیشن کا اجرا نبیرۂ استاذِ زمن شہزادۂ تحسین ملت حضرت مولانا حسان رضا خان کے ہاتھوں سے ہو گیا، بعدہٗ اس کے آن لائن نظام کو بھی تفصیل سے سمجھایا گیا اور جس کی ہارورڈ یونیورسٹی میں اشاریہ سازی ہو جانے کی خوش خبری سنائی گئی جس کے لئے علمائے کرام نے تنظیم کی مجلس تحریر و تحقیق کو بالخصوص جریدے کے پانچوں رئیس الابحاث کو مبارکباد پیش کی۔ اس تقریب میں نواسۂ صدر العلماء مولانا حسن رضا خان، استاد منظر اسلام مولانا طاہر رضوی رامپوری، مولوی علی بو الحسن رضوی بنگال، مولانا توحید رضا، انجینئر محمد وقار، محمد ولی، حسنین رضا اور جامعہ ملیہ سے ذیشان رضا سمیت ملک کے کونے کونے سے عصری و دینی اداروں سے تعلق رکھنے والے طلبا، اسکالر، محققین، قلمکار وغیرہ موجود تھے۔ بعد میں ان سب حضرات کی موجودگی میں تحقیق کرنے والوں کے لئے مواد کی فراہمی کو یقینی بنانے کی غرض سے ان سبھی زبانوں کے شعبہ والوں کو اسکالرز کی تحریری امداد کے لئے راضی کیا گیا پھر رضویات کی ریسرچ ہیلپ ڈیسک اور ریسرچ لائبریری کا بھی اعلان کر دیا گیا۔

اس فکری کام پر مزید تبصرہ مع تحقیقی و تعریفی جملہ مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی نے اپنی ایک تقریظ میں کیا ہے جو جریدے کی ابتداء میں لگی ہوئی ہے، اس کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں:

''الحمد للہ! زیر نظر اکادمی جریدہ، عہد موجود کے سبھی ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ پی، ایچ، ڈی، اسکالرز ایسے معیاری جرائد کے متلاشی ہوتے ہیں، جن میں ان کے مقالے اشاعت پذیر ہو کر اُن کے لئے اکیڈمک ایڈوانٹیج مہیا کر سکیں۔ اس کے لئے اکادمی جریدہ کی اشاعت تمام معاصر تقاضوں جیسے امپیک فیکٹر، یو جی سی، ایچ ای سی، پلیجر زم وغیرہ کے کڑے معیار پر کرنی ہوتی ہے۔ مستزاد یہ کہ مقالہ نگار کے حقوق کو عالمی سطح پر محفوظ رکھتے ہوئے اس کے مقالے کو متعلقہ قارئین تک پہنچانا اور علمی و عالمی سطح پر اس کی اشاعت کرنا بھی ایک اچھے جرنل کے خصائص میں آتا ہے۔

دور حاضر کے بیشتر مذہبی رسائل کی حیثیت اب حدیث المجالس کی سی ہو کر رہ گئی ہے۔ نہ انہیں اپنے رسائل کو اپ گریڈ کرنے کی فکر ہے اور نہ ہی وہ عصری تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس دور پُر آشوب میں جبکہ اسلامیات کے متنوع اَبواب پر عموماً اور اسلاف امت کے افکار و نظریات پر خصوصاً، پی. ایچ. ڈی ور تحقیق کا گراف تیزی سے گرتا جا رہا ہے، ایسے نازک موقع پر صرف تقدیر کا شکوہ کرنا، یا کف افسوس ملنا مسئلے کی تحلیل میں معاون نہ ہوگا بلکہ یہ غیر دانش مندانہ رویہ تو اسلامی اسکالرز کے مستقبل کے تاریک ہونے کا خدشہ مزید بڑھا دے گا، اس لئے اَب ہمیں اس کے لئے کمر ہمت کسنی ہوگی اور معاصر چیلنجز کو فراخ دلی کے ساتھ قبول

کرنا ہوگا کہ یہ ایک ناگزیر مذہبی اور عصری ضرورت ہے۔''

مزید وضاحت کے لئے کنز الایمان کے اراکین سے یہ جریدہ لیا جا سکتا ہے یا اُس جریدے کی ویب سائٹ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔اب مذکورہ فکر کا دوسرا باب کھلتا ہے اور پھر اس کانفرنس کے ایک سال بعد پاکستان سے بھی اس کی آواز سنائی دیتی ہے:

۳۰ دسمبر ۲۰۲۰ ھ کو ادارہ تحقیقات کے زیر اہتمام کراچی میں ہونے والی چالیسویں سالانہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۲۰ کے موقع پر احقر نے خطبۂ استقبالیہ میں محبان رضا کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہم کو چاہئے کہ اب امام احمد رضا کو بطور مسلم سائنسدان (مراد ماہر علوم عقلیہ جدید وقدیم) پیش کریں اور دنیا میں امام احمد رضا پر تحقیق کرنے والے ادارے اس سلسلے میں ایک دوسرے سے تعاون کریں (اشارہ ہے collaborative research کی طرف)، اس موقع پر راقم نے سب سے پہلے امام احمد رضا کی سائنس پر لکھی جانے والی تاریخی تصنیف ''فوز مبین در ردِ حرکت زمین'' پر کام کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کو جس میں متعدد سائنسی علوم ہیں انگریزی زبان میں ترجمہ کرا کر دنیا بھر کے سائنسدانوں کے سامنے پیش کیا جائے ...الخ'' ڈاکٹر مجید اللہ قادری۔

(ماخذ از ماہنامہ معارف رضا شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۲۱ ص ۱۶)

جب ہم تحقیق کی فکر میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب پر تحقیق کی اشد ضرورت تو ہے بالخصوص جدید علوم عقلیہ پر لکھے گئے رسائل حاشیے اور سیکڑوں فنی نگارشات جیسے فوز مبین در رد حرکت زمین پر کام کرنے کی ضرورت کے حوالے سے مذکورہ تحریر پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے اتنی ذمے داری کے ساتھ اس انداز میں تحقیق کا یہ سفر شروع کیا، اس طرح سے اپنے ملک میں عصری تقاضوں پر مبنی تحقیقی سفر کی قیادت کرنا آپ ہی کی شخصیت کے شایان شان ہے اسی وجہ سے اہل علم آپ کو سید وجاہت رسول قادری کی تحقیقات کی نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں۔آپ کے اس قول وفعل سے رضویات کی مختلف مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب ورسائل جیسے رسالہ المعنی المجلی لمغنی وظلی، قانون رویت الہلال، قانون رویت اہلہ، کشف العلہ عن سمت قبلہ، حاشیہ زیج بہادر خانی، حاشیہ جامع بہادر خانی، حاشیہ الغ خانی، حاشیہ للبرجندی، مسفر المطالع للتقویم والطالع، حاشیہ شرح چغمینی، حدائق نجوم، استخراج تقویمات کواکب، استخراج وصول قمر برراس وغیرہم کے علاوہ سیکڑوں علمی وفنی نگارشات اور ہزاروں علوم عقلیہ ونقلیہ جیسے علم حدیث، علم تفسیر، استشراق، رسم الفتاء، علم ریاضی، علم مثلث کروی وسطحی، علم زیج، علم ہیئت وہندسہ وغیرہ پر تحقیق کی فکر کا باب کھل گیا ہے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ باہمی تعلقات (Academic Relations) اور اسکالر کے تعاون (Scholarly Contribution) سے متعلقہ تحقیق (collaborative research) کی کتنی ضرورت ہے اور اس محاذ پر طلبہ اور اسکالر کی ٹریننگ کے لئے ورکشاپ وغیرہ کا سلسلہ رواں کرنا کتنا اہم ہے۔جب ایک صحافی نے پوچھا کہ ہم کو مزید کتنی محنت کرنی ہوگی کہ ہم اپنے مذکورہ مقاصد میں کامیاب ہوجائیں تو مجلس کے ارباب اختیار برجستہ پکار اٹھے:

دور جانا ہے رہا دن تھوڑا　　راہ پرخار ہے کیا ہونا ہے

یعنی یہ کام تو دائمی ہے ہمیں اس کی ذمے داری سمجھنے کی ضرورت ہے، ہم کو علماء کی سرپرستی کی ضرورت ہے، نامعلوم ہمارے بعد اس مجلس تحریر میں کون آئے اور ذمے داری کے معاملے میں وہ کیسا ہو؟ کیسا کردار ادا کرے؟ ہماری آنے والی نسلیں علم کے معاملے میں کسی ہوں؟ اس نظریۂ فکر پر زندگی رہتے ہر سانس کو مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں وقف کر دیا جائے۔

اب ضرورت اِس بات کی ہے کہ اِس طرح کے مزید جریدے اہل سنت کے معاصر اداروں سے شایع ہوں اور عہد موجود کے ناگزیر تقاضوں کو فراخ دلی سے قبول کرتے ہوئے زمانہ جدید میں تحریری نظم و ضبط کی تجدید کا پرتولیں تا کہ اسلاف امت بالخصوص اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی علمی نگارشات سے دنیا کے اہل علم کو متعارف کروایا جا سکے۔

(زیر نظر مقالہ مختلف اسکالرز، کے ذاتی انٹرویو، مذاکرات اور مختلف کانفرنس پر جمع کیے ہوئے تاثرات پر مبنی ہے)

☆☆☆

☆نائب صدر کنز الایمان فاؤنڈیشن، خادم کنز الایمان اسلامک لائبریری پہلی منزل، خانقاہ صدر العلماء کانکرٹولہ، پرانا شہر، بریلی شریف

☆استاد شعبۂ ہندسہ انٹیگرل یونیورسٹی سینٹر، شاہ جہانپور، اترپردیش

پیش کش: ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، مالیگاؤں، مہاراشٹر

ہمارا بھارت

عقائد کے ساتھ تہذیب وثقافت کا تحفظ بھی ضروری

غلام مصطفیٰ نعیمی*

عقیدہ وتہذیب کسی بھی قوم کے لئے ''بنیاد'' اور ''رنگ وروغن'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انسان جس دین کو مانتا ہے اُس کے عقائد مثل بنیاد ہوتے ہیں جس پر ایمان کی عمارت کھڑی ہوتی ہے جبکہ تہذیب وثقافت ''عمارت کے رنگ وروغن'' کی مانند ہے جس سے عمارت کے حسن وجمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ تہذیب وثقافت ہی قوموں کی شناخت اور پہلا تعارف قرار پاتی ہے۔ نظریاتی دشمن ہمیشہ قوموں کے عقائد پر حملہ کرتے ہیں مگر خاطر خواہ نتائج نہ ملنے پر اپنی چال بدلتے ہیں اور عقیدے پر راست حملے سے گریز کرتے ہوئے دشمن کی ثقافت وتہذیب پر نشانہ لگاتے ہیں۔ بھلے ہی عقیدہ وثقافت دو مختلف چیزیں ہیں لیکن عقائد وثقافت کے مابین ایک خصوصی ربط ہوتا ہے، اس لئے جب شاطر حریف اپنے دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو عقائد ونظریات کے ساتھ اس قوم کے ثقافتی اور تہذیبی امور کو بھی نشانہ بناتے ہیں۔ عقائد کے مقابلے تہذیب پر حملے میں یہ آسانی ہوتی ہے کہ فریق مخالف اتنی شدت سے دفاع نہیں کرتا جتنا عقیدے پر حملے کے وقت کرتا ہے۔ ثقافتی رسم کے قدیم ہوجانے یا بعض افراد کی لاپرواہی کے سبب کچھ نقائص در آتے ہیں بس انہی کمزور پہلوؤں کو نشانے پر رکھ کر حریف اپنی چال چلتا ہے اور ''اصلاح تہذیب'' کی آڑ میں ''عقیدے پر شب خون'' کی سازش رچتے ہیں جس کے پس پشت اس قوم پر اپنے عقائد ونظریات مسلط کرنا مقصود ہوتا ہے۔

برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک مسلمانوں کے علاوہ شیعہ فرقہ ہی موجود تھا۔ باقی سبھی مسلمانوں کے عقائد اور تہذیب وہی تھی جس پر آج خوش عقیدہ سنی (بریلوی) مسلمان عمل پیرا ہیں، مشہور غیر مقلد عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری (۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء) نے لکھا ہے:

''اَمرت سَر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سِکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ ۸۰ سال پہلے تقریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل حنفی بریلوی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔'' (شمع توحید: ص ۶۳)

مولوی ثناء اللہ کے اس اقتباس سے دو باتیں بطور خاص معلوم ہوتی ہیں: (۱) انیسویں صدی کے نصف اول (تقریباً ۱۸۵۰ء) تک بھی مسلمانان ہند کسی بڑی تقسیم کا شکار نہیں ہوئے تھے۔ (۲) تقسیم امت سے پہلے مسلمان جن عقائد اور ثقافت پر قائم تھے ان عقائد ومعمولات کے امین ووارث آج وہی مسلمان ہیں جنہیں ''سنی بریلوی'' کہا جاتا ہے۔

گزشتہ ڈیڑھ سو سالوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سامراج نے اپنا اقتدار مضبوط کرنے اور مسلمانوں کے عقائد و تہذیب مٹانے کے لئے کئی جہتوں سے کام کیا۔

(۱) حکومتی مشنری کا استعمال۔ (۲) مرزا قادیانی کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت پر یلغار۔ (۳) مغرب پرست مسٹروں کے ذریعے الحاد کی اشاعت۔ (۴) زرخرید علما کے ذریعے مسلم ثقافت پر وار، اسی کی آڑ میں عقیدے پر شب خون۔

پہلے تین منصوبوں میں جزوی کامیابی تو ملی لیکن انگریزوں کی کھلی دشمنی، عقائد پر مسلمانوں کی پختہ وابستگی اور علمائے ربانیین کی بروقت پکڑ نے ان فتنوں کو پھلنے پھولنے نہیں دیا لیکن جو گروہ مسلمانوں کے لباس اور مصلح کے روپ میں ثقافت اسلامیہ پر حملہ آور ہوا اُس نے مسلمانان ہند کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔ امتدادِ زمانہ کے باعث ثقافتی امور میں کچھ خرابیاں آچکی تھیں۔ اصلاح کے نام پر ''انگریزی ہرکاروں'' نے مسلمانوں میں فتنہ وفساد اور تقسیم در تقسیم کا بیج بویا۔

بات اگر اصلاحات کی ہوتی تو تشویش نہ تھی، اس کے پس پشت عقائد پر شب خون مارنا تھا، مسلمانوں کے نسبتاً ہلکے اور کمزور ردعمل سے شہ پا کر یہ گروہ عقائد اسلامیہ پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانان ہند کی ثقافت اور اس پر جارحانہ یلغار سمجھنے کے لیے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر یہ مثال ملاحظہ فرمائیں کہ کس بے شرمی کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیبی روایات پر بدبختانہ فتوے لگا کر افتراق کا بیج بویا گیا۔

میلاد النبی ﷺ کا انعقاد اہل اسلام کی ثقافت کا اہم حصہ ہے، مسلمانان ہند بھی صدیوں سے میلاد النبی کی محفلیں منعقد کرتے آئے

ہیں۔مسلمانان ہند کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی دہلوی رقم طراز ہیں:

''اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے لائق سمجھوں۔میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت موجود رہتی ہے۔ البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہوکر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت عاجزی وانکساری، محبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودوسلام بھیجتا ہوں۔'' (اخبارالاخیار ۶۰۵)

اِس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ میلادالنبی کا انعقاد مسلمانوں کی تہذیب کا بنیادی حصہ تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے اس معمول (میلادالنبی) کو ''شاندار'' سمجھتے تھے۔کھڑے ہوکر سلام پڑھنا محض عوام نہیں بلکہ محقق علی الاطلاق جیسے جید عالم دین کا بھی معمول تھا۔مسلم ثقافت کے اِس بہترین عمل پر بدبختی سے بھرے یہ فتوے جڑے گئے:

''انعقادِ مجلس مولود ہرحال ناجائز ہے۔''

''مجلس مولود مروجہ بدعت ہے...قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے...فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے، مع ہٰذا مشبہ بفعل ہنود ہے۔''

بدبختی کا اندازہ اِس سے لگائیں کہ محافل میلادالنبی منعقد کرنے اورشرکت کرنے والوں کو ''فاسق'' قرار دیا گیا۔

خانوادہ شاہ ولی اللہ، بھارت کا وہ دبستان علم ہے جہاں سے علم حدیث کی خوشبوئیں پھوٹیں۔اس گھرانے کی علمی عظمت ہی ہے کہ آج ہرمکتب فکر اپنا علمی انتساب اسی خانوادے سے کرتا ہے لیکن اتنے جید علمی خاندان میں رائج تہذیب پر ناجائز وحرام اور فسق وفجور کے بد بختانہ فتوے جڑے گئے۔

ظاہری آنکھ سے دیکھنے والے اسے محض فرعی اختلاف سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے لیکن ''نورِفراست'' سے دیکھنے والے علمائے ربانیین نے خوب سمجھ لیا کہ ثقافت مسلم پر حملے کے پیچھے عقیدے پر شب خون کی تیاری ہے اس لئے اس عہد کے علمانے آنکھ سے کاجل چرانے والے چوروں کے عزائم پر مضبوط بند باندھا اوراُن کے حقیقی چہرے بے نقاب کیے۔

زیادہ وقت نہیں گزرا کہ زمانے نے دیکھ لیا کہ جولوگ اصلاحات کے نام پر اودھم مچا رہے تھے کچھ وقت بعد وہ ''انگریزی دستے'' عقائد پر حملہ کرنے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے علم غیب مصطفیٰ، امکان کذب باری تعالیٰ اورعقیدۂ شفاعت پر حملوں کی بوچھار ہوگئی۔علمائے ربانیین نے بروقت ان فتنوں کو نہ پہچانا ہوتا تو آج ملت اسلامیہ کی اکثریت ان فتنوں میں مبتلا ہوتی۔ان علماے ربانیین کا احسان عظیم ہے کہ آج ملت اسلامیہ کا اکثریتی طبقہ انہیں عقائد پر کاربند ہے جواُنہیں اسلاف سے ورثے میں ملے ہیں۔

آج بعض شپرہ چشم محققین یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے علمانے میلادوفاتحہ اورعرس ونیاز پر ہی زیادہ توجہ رکھی لیکن وہ ایسا کہہ کر معاملے کے دوسرے اوراصل پہلو سے اپنی آنکھیں موند لیتے ہیں اوردوسروں کوبھی مغالطہ دیتے ہیں۔اہل خرد خوب جانتے ہیں کہ فتنے کوابتدا میں روکنا آسان ہوتا ہے۔ذراسی ڈھیل مل جائے تو قابو کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔امام بخاری التاریخ الکبیر میں امام حسن بصری کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

الفتنة إذا أقبلت عرفها كل عالم، وإذا أدبرت عرفها كل جاهل۔فتنہ جب اٹھتا ہے(جب کسی فتنے کی شروعات ہوتی ہے) تو ہرعالم اسے پہچان لیتا ہے اور جب فتنہ چلا جاتا ہے تب جاہل اسے پہچانتا ہے۔امام حسن بصری کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں اٹھنے والے فتنوں کی صحیح سمجھ ''علمائے دین یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والوں'' ہی کو ہوتی ہے۔وہ فتنوں کے سر اٹھاتے ہی انھیں پہچان لیتے ہیں اور امت کو باخبر کردیتے ہیں جب کہ جاہل اور اَنجان لوگ ان فتنوں کی حقیقت نہیں سمجھ پاتے اور جب اٹھنے والے فتنے اپنا کام کرجاتے ہیں تب انھیں ان فتنوں کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔عہد ماضی کے علمائے ربانیین کی دینی بصیرت اور مضبوط پیش بندی ہی تھی کہ بدعقیدہ جماعتیں اوران کے سربراہان تک اپنی اصل شناخت اور پہچان چھپاتے پھرتے تھے۔

اعتقادی فتنوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے جس اجتماعی شعور کی ضرورت ہوتی ہے اگر وقت گزرنے کے ساتھ ہم میں اس کا فقدان نہ ہوا ہوتا اور اکابرین کی پیروی میں ہم نے اپنی تہذیب تسنن کا مقدمہ صحیح طریقے سے آگے بھی جاری رکھا ہوتا تو آج برصغیر کے اعتقادی فتنے بھی اسی طرح اپنی موت مرچکے ہوتے جس طرح صدیوں قبل درجنوں بدمذہب فرقے مرچکے ہیں۔

☆☆☆

☆ مدیراعلیٰ سواد اعظم دہلی۔9717285505

فکر امروز

دوسری قسط

اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے

محمد علی قاضی مصباحی★

(۵) شہروں کی مسلم سیاست (Urban Muslim politics)

شہروں کی مسلم سیاست کا حال تو انتہائی بدحال ہے۔ اکثر ناکارے، نااہل اور ناتجربہ کار مسلمان جن کے پاس کچھ پیسہ آگیا ہے یا جن کو لیڈرشپ کا چسکا ہے وہی خواہ مخواہ سیاسی ایکٹنگ اور نیتا گیری کرتے رہتے ہیں۔ ناکاروں، کم ظرفوں اور سستی شہرت کے مریضوں سے خود اُن کا علاج ہو نہیں سکتا چہ جائے کہ قوم وملت کا بھلا ہو۔ لیڈرشپ کا نشہ اُس وقت کارآمد ہو سکتا ہے جب لیڈر اپنی پارٹی کے ذریعے اپنی قوم کا کوئی ٹھوس، مضبوط، تعمیری اور دوررس نتائج پر مبنی کام کرے یا پھر کام نہ ہونے کی صورت میں وقت آئے تو سیاسی مفادات سے بلند ہو کر قوم وملت کے لئے پارٹی ہی کو الوداع کہہ دے۔ ورنہ ایسی لیڈرشپ سے کیا فائدہ جس میں سوائے خوش فہمی، جی حضوری، سب کو سلام و نمسکاری اور بیکار کی غلامی و بے ضمیری ہو، کسی بھائی کی نہ کوئی ہمدردی نہ دستگیری ہو۔ اس پر طرہ یہ کہ آں جناب کسی ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین ہیں تو فلاں صاحب فلاں کمیٹی کے صدر وممبر ہیں، یہ لیڈر ہیں تو یہ پارٹی کے روح رواں ہیں۔ آپ سب کچھ ہیں کہ آپ کے بغیر شہر کی سیاست کامیاب ہو ہی نہیں سکتی، اس پر ہمیں کوئی تبصرہ نہیں کرنا ہے مگر ہمارے لئے تو خوشی اُس وقت ہوتی جب آپ پہلے اپنی قوم کے ہوتے پھر پارٹی کے کہلاتے۔ آج بھی پارٹیوں میں اُسی کو عزت ہے جو اپنی قوم کا معزز ہے اور جو قوم میں اپنی ساکھ کھو چکا وہ پارٹی میں صرف آفس بوائے ہے، چاہے تو پارٹی میں رہے یا نکل جائے۔ اُس کو پارٹی کی ضرورت ہے اور خود پارٹی کو اُس کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ ہر صوبے میں (یہی عمل صوبائی سطح پر بھی کیا جاسکتا ہے) سے ہر ایک دینی مکتبہ فکر اور سیاسی و خانقاہی اور علمی وسماجی حلقہ علم ونظر سے دو دو مخلص، متحرک و بااثر شخصیات پر مشتمل ایک مرکزی کمیٹی ہو جس کا فیصلہ شریعت اسلامیہ سے متضاد نہ ہونے کی صورت میں مسلمانانِ ہند کے لئے سب سے بالا دست ہو۔ ہاں یہ نکتہ مرکزی کمیٹی کے ذہن سے اوجھل نہ ہو جائے کہ دینی وعلمی اور سیاسی وسماجی کسی بھی مسئلہ میں فیصلے کے لئے شخص واحد کو یا تنہا پارٹی یا سربراہ کل کی حیثیت نہ دی جائے بلکہ مذکورہ حلقوں سے منتخبہ شخصیات پر ایک پینل ہو اور جس کا متفقہ فیصلہ ہی سب کا فیصلہ ہوتا کہ مذکورہ مرکزی کمیٹی میں کسی کو کسی پر بالادستی کی شکایت اور کسی کو کسی کی ماتحتی کا شکوہ نہ ہو۔ ایسے بھی ماضی قریب میں شخصیات اور نظریات کے نام پر اور جمعیات وتنظیمات کے نام پر دیش میں ابھرنے والی تمام مذہبی سیاسی اور سماجی وفلاحی قیادت سے قوم کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا ہے اور قوم کا حسن اعتماد بھی بری طرح مجروح ہوا ہے اور مابعد انہدام (Post-Demolition) تو ملک کی موجودہ معروف مسلم مذہبی وسیاسی قیادت کی نااہلی کھل کر سامنے آئی ہے۔ نہ صرف اپنوں کو اُن کی غلط قیادت کا افسوس ہوا بلکہ غیروں نے بھی ان کی بزدلی ونااہلی، آپسی رسہ کشی، موقعہ شناسی، خوش فہمی اور بے روح قیادت کا ماتم کیا۔ اس لئے بجائے شخص واحد وصوبہ واحد کے ایک ایسی مرکزی ومتحدہ (Central & Unified Committee) کمیٹی ہو جو بہرصورت ہر طبقے اور ہر علاقے کی ترجمان ہو۔ ایک اچھی بات یہ ہے کہ اب گزشتہ سال دو سال سے ہمارے متذکرہ بالا معروضے کے مطابق دیش میں مسلم مذہبی قیادت کا رجحان بنتا نظر آرہا ہے۔ جس طرح سیاسی جماعتوں میں اتحاد (Alliance) کی لہر بڑھتی جارہی ہے اسی طرح مذہبی ودینی مکاتب فکر میں بھی ملی مسائل کے لئے مسلکی اتحاد کی سوچ میں اضافہ ہو رہا ہے۔

(۶) رابطے کا قیام (Networking problem)

آزادی کے بعد سے لے کر آج تک مسلمان پورے ملک میں بکھرے بکھرے رہے اور پارہ پارہ ہیں نہ ملکی سطح پر نہ صوبائی سطح پر حتی کہ ضلعی سطح پر بھی اُن میں کوئی ربط وضبط نہیں۔ ہر شخص وشہر ایک دوسرے سے کٹا ہوا ہے۔ ان کو نہ رابطے کی اہمیت کا خیال ہے اور نہ ہی ان کے اندر کوئی نظام رابطہ ہے۔ جب کہ آج کی دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی شکل

اختیار کر چکی ہے۔ جو بھی رابطے میں ہے وہ لائن پر ہے اور جو رابطے میں ہے وہ پاس رہ کر بھی لائن سے کٹ کے دور ہو گیا ہے۔ جو ربط وضبط میں ہیں وہ نظام میں ہیں اور جو ایسا نہیں وہ ہماری آپ کی سب کی پہنچ (Out of Reach) سے باہر ہیں حالانکہ وہ ہماری نظروں میں ہیں۔

لہٰذا پورے ملک میں رابطے کے قیام ودوام کے لئے ہماری کوئی ایسی تحریک یا آواز یا کوئی ایسا ذاتی پریس ومیڈیا ہو کہ جس کے ذریعہ سے ہم جتنا جلد ہو سکے ایک دوسرے سے نظریاتی وتنظیمی طور پر اس طرح قریب ہوں کہ ایک آواز اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام صوبوں کے مراکز تک پہنچی پھر وہاں سے چلی تو ایک طوفانِ رحمت کی طرح ہر گاؤں ہر بستی اور ہر شہر حتی کہ ہر فرد مسلم تک پہنچی اور نتیجے میں پوری مسلم برادری حرکت میں آ گئی۔ ادھر ہم نے مرکز میں بیٹھ کر رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً دعا مانگنا شروع کر دی، یا اُدھر پوری امت مسلمہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر بیک آواز آمین آمین کی صدا بلند کرنا شروع کر دے۔ ہمارے انتشار وافتراق کی داستانِ غم سننے کے بعد اب آپ اُن کے اتحاد وجمعیت کا یہ شاہکار نمونہ بھی دیکھئے اور سوچئے کہ مستقبل میں امت کا کیا ہوگا؟

(نوٹ) معلومات میں اضافہ کے لئے آر ایس ایس شاخوں کی تفصیلات دیکھ لیجئے: ۶۰ ہزار شاخیں، ۶۰ لاکھ رضا کار ۳۰ ہزار ادارے، ۳ لاکھ اساتذہ، ۵۰ لاکھ طلبہ، ۹۰ لاکھ BMS کے اراکین، ۵۰ لاکھ ABVP کے فعال ممبران، ۱۰ کروڑ بی جے پی ممبران، ۱۵۰۰ اشاعتی گروہ، ۴ ہزار پورے طور پر اپنی زندگی کو وقف کرنے والے ایک لاکھ سابق فوجی، ۷ لاکھ وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل کے اراکین، ۱۳ ریاستوں میں اقتدار ۲۸۳ ایم پی اور ۵۰۰ ایم ایل اے آپ کو بہت وقت لگے گا آر ایس ایس جیسا بننے میں۔ آپ تو بس وہابی دیوبندی بریلوی شیعہ اور سنی جیسے لڑنے والے فرقے تک ہی محدود رہے۔

اب جب کہ تقریباً پورا ہندوستان فرقہ پرست طاقتوں کے لپیٹ میں ہے جس کا اثر صاف صاف اور بالکل نمایاں طور پر نظر آ رہا ہے۔ یوپی کے بریلی تھانہ شیش گڑھ حلقہ کے موضع ضیا نگلا رفیق ولد عبد الرشید کے مکان کی باہر دیوار پر لگائے گئے پوسٹر میں جو گورکھپور کے ممبر آف پارلیمنٹ یوگی آدتیہ ناتھ (آج یہ یوپی کے وزیر اعلیٰ ہیں) کے نام سے منسوب ہے اِس میں دھمکی دی گئی ہے کہ اب بی جے پی سرکار، مسلمانو گاؤں چھوڑو' 'اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسلم سماج کے لوگ ۳۰ دسمبر ۲۰۱۷ء تک گاؤں خالی کر دیں۔ اگر چہ اس کی تحقیقات ہو رہی ہے تاہم آنے والے دنوں میں مسلمانوں پر خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادل صاف دیکھے جا سکتے ہیں جو ہمارے لئے بیدار ہونے کا ایک کھلا ہوا چیلنج ہے۔ (روزنامہ سہارا بنگلور مورخہ ۱۷ مارچ ۲۰۱۷)

(۷) مسلم ووٹرس لسٹ کی ضرورت (Voters List)

ملک کو آزاد ہوئے سات دہائیوں سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے اور کئی مرتبہ ہم نے انتخابات کا سامنا بھی کیا ہے مگر اب تک ہمیں اندازہ تک نہ ہو سکا کہ مسلم ووٹرس لسٹ کتنی لمبی ہے اور اسمبلی و پارلیمانی حلقوں میں ہماری صحیح تعداد کیا ہے؟ اس لئے ملک میں بہت جلد ہماری ایک ووٹرس لسٹ تیار ہونا ضروری ہے تا کہ ہمیں صحیح صحیح معلوم ہو سکے کہ ہم کہاں کہاں ہیں؟ ہر صوبے اور صوبے کے ہر ضلع وشہر اور ہر بستی وقصبے میں ہماری تعداد کیا ہے؟ ایک ایک ضلع میں مسلم آبادی کیا ہے؟ اور ایک ایک تحصیل وتعلقہ میں ہمارے اعداد وشمار کیا ہیں؟ یہ بھی غلط نہیں کہ ہماری صحیح صحیح پوزیشن معلوم نہیں کی جا رہی ہے تا کہ ہم اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر کمزور محسوس کرتے رہیں اور خائف ومنتشر رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ہمیں ۱۴ کروڑ بتاتا ہے تو کوئی ۲۰ کروڑ اور کوئی ۲۵ کروڑ۔ ہاں آئے دن یہ اطلاع بھی سمع خراش ہوتی رہتی ہے کہ فلاں شہر میں ووٹرس لسٹ سے ہزاروں مسلمانوں کے نام غائب ہیں (تازہ رپورٹ کے مطابق کرناٹک میں ۸، لاکھ مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب ہیں۔

(روزنامہ سالار بنگلور ۲۲ مارچ ۲۰۱۸)

ملک بھر میں ۳ کروڑ مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب! سینٹر فار ریسرچ اینڈ ڈبیٹس ان ڈیولپمنٹ پالیسی (سی آر ڈی پی) کی طرف سے جمع کیے گئے اعداد وشمار کے مطابق ملک بھر میں ۳ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں اور ۴ کروڑ سے زیادہ دلتوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب ہیں۔ ریسرچ اسکالر ابو صالح شریف اس کے پیچھے انتظامی ناکامی اور بوتھ سطحی افسران کی طرف سے حالات کو قابو میں نہ کر پانے کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ٹمل ناڈو میں ۱۰ ہزار مسلمانوں اور دلتوں کے نام ووٹر لسٹ سے غائب ہیں۔ الیکشن افسران کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے غیر ارادتاً غائب ہوئے ہیں۔ نام پھر سے شامل کئے جانے سے متعلق درخواستوں کا عمل پورا ہونے کے بعد ان ناموں کو لسٹ

میں دوبارہ شامل کرلیا جائے گا۔(روزنامہ سالار بنگلور 29 مارچ 2019)

آسام میں لاکھوں مسلمانوں کے نام نیشنل رجسٹر آف سیٹیزنس (این آرسی) میں شامل نہیں کیے گئے ہیں۔قومی رجسٹر برائے شہریت میں نام شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک پچاسوں لوگوں نے آسام میں خودکشی کرلی ہے۔اے آئی یو ڈی یف (AIUDF) پارٹی نے ۲۰۱۴ء کے پارلیمانی انتخابات میں ۳لوک سبھا سیٹیں حاصل کی تھیں کیونکہ بنگالی مسلمانوں کے ووٹ ان کے ساتھ تھے مگر اب کی بار ایسا نہ ہو پائے گا۔اکثر یہ خبر بھی پڑھنے کو ملتی رہتی ہے کہ سروے کے موقعے پر نام وغیرہ تو لکھ کر لے گئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ ان ناموں کو فہرست میں شامل ہی نہیں کیا گیا ہے۔لہٰذا وقت آ گیا ہے کہ ہم خود ہی کوئی تدبیر کریں، پیش قدم کریں اور اسٹیٹ لیول، زونل لیول اور نیشنل لیول مسلم ووٹرس لسٹ تیار کرلیں۔ہمارے پاس وظیفہ یاب آئی اے یس اور آئی پی یس، وظیفہ یاب اسٹیٹ آفیسرس اور سوشل ورکرس کی کمی نہیں۔یہ لوگ اس کام کو بہتر انداز میں کرسکتے ہیں اور ضرور کرسکتے ہیں۔

اب مزید ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کا وقت نہیں رہا۔حکومت سے ہم کو یہ پرزور مطالبہ کرنا ہوگا کہ ہم جس علاقے کی نشاندہی کریں وہیں ہمارے نمائندوں کو اسمبلی اور پارلیمانی انتخابات کے لئے ٹکٹ دیئے جائیں تاکہ مسلم نمائندے زیادہ سے زیادہ منتخب ہوں یا کم از کم ہمارے مطلوبہ اشخاص ہی الیکشن میں کامیابی حاصل کریں۔ورنہ اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں ہماری گھٹتی ہوئی نمائندگی ہمیں بے نشان کردے گی اور کروڑوں مسلم ووٹرس ہمیشہ کے لئے میدان سیاست میں امام الہند سے محروم ہوکر رہ جائیں گے۔ایک تازہ رپورٹ کی روشنی میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۲۰۵۰ تک تین سو ملین یعنی ۳۰ کروڑ تک پہنچ جائے گی۔اگر ایک طرف یہ خوشی کی بات ہوگی اور حضور ﷺ کی امت میں اضافہ ہوگا تو دوسری طرف ہمارے لئے آزمائشیں بڑھ جائیں گی۔امریکن حلقہ عقلاء کی پیو نامی ایک ٹیم نے کہا ہے:

India will be home to most Muslims by 2050.India will be the country with the world's largest Muslim population,said American thik tank Pew Research Centre,this week. Presently Islam is the world's second largest religion after Christianity.India is set to be home to 300 million Muslims by 2050

(The Times of India March,3,2017)

اسی لئے چند مسلم مخالف وسیکولرزم مخالف طاقتوں نے ابھی سے واویلا مچانا شروع کردیا ہے کہ ہندو ملک میں گھٹ رہے ہیں اور مسلمان بڑھ رہے ہیں۔بی جے پی کے مرکزی وزیر کرن جی جو نے کہا ہے کہ ہندو گھٹ رہے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو ہندو نہیں بناتے ہیں۔ان کا دعویٰ ہے کہ ۲۰۰۱ء کے سروے کے مطابق ہندوؤں کی آبادی ۸۰٫۵ فی صد تھی اب گھٹ کر ۲۰۱۱ء کے سروے میں ۷۹٫۸۰ فی صد ہوگئی ہے۔یہ اخباری رپورٹ آپ کے سامنے حاضر ہے آپ خود پڑھیں۔

Union Minister Kiren Rijiju today said Hindu population is reducing in India because Hindus never convert people. Minorities in India are flourishing unlike some countries around, he tweeted. According to the 2011 Census,Hindus make up India's 79.80 per cent of population and according to 2001 Census country's Hindu population was 80.5 per cent.

(Herald Voice of Goa Feb,14,2017)

مسلمانوں کی اقلیتی حیثیت خطرے میں:

(The minority status of muslims in danger)

مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھتے ہوئے انہیں اقلیتی زمرے سے ہٹانے کی کوشش تیز ہوسکتی ہے۔مرکزی وزیر اور بہار سے بی جے پی کے لیڈر گری راج سنگھ نے کہا ہے کہ اقلیت کی تعریف اور حد بندی پر بحث کی ضرورت ہے اس لئے کہ ۲۰۵۰ء تک ہندوستان کی مسلم آبادی سب سے زیادہ ہوجائے گی۔مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی آبادی کو دیکھتے ہوئے انہیں اقلیتی زمرے سے ہٹادیا جانا چاہیئے۔اسی طرح ۲۰۱۴ء میں اقلیتی وزیر محترمہ نجمہ ہیبت اللہ نے بھی یہ کہا تھا کہ ملک میں اب مسلمان اقلیت میں نہیں رہے۔ہاں پارسی طبقہ اقلیت میں ہے۔(روزنامہ سالار دہلی مورخہ ۶ مارچ ۲۰۱۷)

(۸) قانونی چارہ جوئی (National Legal Cell)

ہمارے دیش کی ایک سب سے اچھی بات یہ ہے کہ یہاں کا نظامِ عدلیہ شہری عدالت سے لے کر ضلعی عدالت تک اور عدالت عالیہ

سے لے کر عدالت عظمیٰ تک (From Civil Court to District Court and From High Court to Supreme Court) ایک کامل ومکمل، جامع ووسیع اور سیکولر ومنصفانہ قوانین کی بنیادوں پر قائم ہے۔ شہریوں کو یقین ہے کہ وہ کمزور ومظلوم ہیں تو اُن کی دادرسی ضرور ہوگی اور اگر کوئی خاطی وظالم ہے تو اُسے انصاف وقانون کے کٹہرے میں کھڑے رہنا ہے اور سزا پانا ہے۔ اسی لئے جہاں بہت سے پسماندہ وغریب افرادِ معاشرہ کو کورٹوں سے انصاف ملا ہے تو وہیں کئی نامور دولت مندوں اور سیاسی طور پر طاقتور سورماؤں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑا ہے۔ اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ دوسال قبل کی اخباری رپورٹ کے مطابق سینئر لیڈرس شری لال کرشن اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، اوما بھارتی اور یوپی کے سابق وزیر اعلی کلیان سنگھ سمیت بی جے پی اور وی ایچ پی کے دسیوں سیاسی قائدین پر بابری مسجد کی شہادت کے معاملے میں مجرمانہ سازش کا مقدمہ دوبارہ چل سکتا ہے جیسا کہ سپرم کورٹ نے اشارہ دیا ہے اور کہا ہے کہ محض تکنیکی بنیاد پر اُنہیں راحت نہیں دی جاسکتی۔ (روزنامہ سالار دہلی مورخہ ۷ مارچ ۲۰۱۷)

لہٰذا ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تکلف نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارے ملک کی عدالتوں کا نظام مستحکم ہے۔ ہاں اس سے استفادہ کرنا یعنی مقدمات کی صحیح صحیح پیروی کرنا، شہادتوں، ثبوتوں اور دلائل ودستاویز کی بنیاد پر قابل وتجربہ کار اور ماہر وحاضر دماغ وکلاء کے ذریعہ نچلی عدالتوں سے لے کر اعلیٰ عدالتوں تک بلکہ عدالت عظمیٰ تک لڑائی کو اپنے منطقی نتیجے تک پہنچانا قومی وقار وملی وقار کے لئے ناگزیر ہے۔ آج ہماری قوم مظلوم ہے۔ اسباب کیا ہیں؟ تعلیمی پسماندگی، بے روزگاری، سرکاری نوکریوں سے محرومی، مساجد ومدارس پر حملے، مسلمانوں کے اوقافی جائداد پر اغیار کا قبضہ اور خاص کر فرقہ وارانہ فسادات اور دہشت گردی کے نام پر آئے دن ہونے والے مسلم نوجوانوں پر مظالم۔ اِن کے روک تھام کے لئے ہمارے پاس کوئی منظم ومربوط قانونی لڑائی کا بندوبست نہیں، اس لئے ہر شہر میں مسلم وسیکولر خیال وکلاء کا ایک سیل ہو، ہر دو چار اضلاع پر مشتمل قانونی کاروائی کے لئے ایک لیگل فورم ہو۔ اسی طرح صوبائی وملکی سطح پر بھی نامور وباصلاحیت وکلاء کی ایک مضبوط جماعت ہو جو وقتاً فوقتاً ایمرجنسی حالات میں بھی اور عام حالات میں بھی اپنے مشن پر لگے رہیں اور ملت اور افراد ملت کا وقار بلند کریں، مظلوموں کی قانونی دادرسی کریں اور اُنہیں حوصلہ بخشتے رہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کئی دفعہ فیض آباد، الہ آباد، ممبئی اور بنگلور وغیرہ شہروں کی عدالتوں میں بار ایسو سی ایشن والوں نے مسلم مظلوموں کی لڑائی لڑنے سے انکار کردیا۔ عدالتوں کے فیصلوں سے پہلے ہی میڈیا اور بار نے انہیں دہشت گرد قرار دے دیا۔ ان حالات میں ہمارے پاس ایک لیگل سیل Legal Cell) ضروری ہے تاکہ ہم اپنی لڑائی ہم خود لڑ سکیں۔

(۹) ریٹائرڈ مسلم آفیسرس کلب):

(Retired Muslim Officers Club)

آج ہندوستان میں ہم مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو بنیادی طور پر چار باتوں کا خطرہ لاحق ہے، ہماری تاریخ کو خطرہ، ہماری تہذیب کو خطرہ، ہمارے مذہب کو خطرہ اور ہماری زبان کو خطرہ لاحق ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، اُن کی تہذیبی اقدار کو نسیاً منسیاً کردینا، اسلام کی تعلیمات کو انسانیت کے لئے مضر وغیر مفید بتانا، اردو زبان کو غیر ضروری وغیر مطلوب زبان قرار دے کر ہمیشہ کے لئے اُسے غائب کر دینا۔ یہ وہ شہ سرخیاں (Head lines) جن کی جانب ہماری توجہ بے حد ضروری ہے۔ اِنہی چار باتوں کی تہ میں ۲۰ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے صدیوں سے قائم ودائم وجود کو خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ مخالف یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ مسلمان ماضی میں حملہ آور تھے تو اب دیش دروہی ہیں، مسلمانوں کی تہذیب اور ہندوستانی قومیت میں تال میل نہیں، مسلمانوں کا مذہب ہندو مخالف ہے اور اردو صرف اِن کی زبان ہے البتہ ہندی زبان ملک کی زبان، پورے ہندوستانیوں کی زبان اور سرکار کی زبان ہے لہٰذا اردو زبان کی چنداں حاجت نہیں۔

اِس لئے اِن حالات میں ہماری رائے ہے کہ وظیفہ یاب مسلم آئی اے ایس، آئی پی ایس، یونیورسٹیز کے پروفیسرس، کالج کے پرنسپلس اور ہر اسٹیٹ کے مسلم یا سیکولر ذہن رکھنے والے بیوروکریٹس (Rtd Muslim IAS,IPS Officers,Professors of Universities,Principals of Colleges and Rtd Muslim or Secular minded Bureaucrates of all states) پر مشتمل ایک متحدہ ومضبوط کلب قائم کیا جائے جو ہر سطح پر مسلمانوں کی رہنمائی کرتا رہے اور حالات کی نزاکت اور ان کے نشیب

وفراز سے انہیں آگاہ وباخبر کرتا رہے اور ان کے لئے مستقلاً لائحہ عمل (Line of Action) طے کرے۔

(۱۰) صوبائی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں ریزوریشن کا مطالبہ:

(Demand for reservation in state assemblies and parliament)

دن بدن صوبائی اسمبلیوں میں اور ملک کی پارلیمنٹ میں مسلم ارکان کی گھٹتی ہوئی تعداد واضح اشارہ ہے کہ وقت وحالات کے گزرتے ہوئے دھارے مسلمانوں کو حکومت کے ایوانوں سے ہمیشہ کے لئے دور کر دیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے ووٹ بٹتے ہیں مگر یہ اُس سے بھی زیادہ روشن، بار بار کی آزمودہ اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ مسلمان ہر پارٹی کو اور ہر شخصیت کو ہندو ہو کہ مسلمان، دلت ہو کہ برہمن اور سیکولر ہو کہ کمیونل سب کو ووٹ دیتا ہے مگر خود مسلمان کو، وہ لاکھ کیوں نہ اچھا ہو، ملک وملت کے لئے لاکھ کیوں نہ مفید ہو مگر اُسے غیر مسلم کے خاطر خواہ ووٹ نہیں پڑتے۔ گویا الیکشن میں ہم سب کا خیال کرتے ہیں کہ ملک وملت کا بھلا ہوگا مگر ہمارے نمائندے کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ان حالات میں سوائے اس کے کہ ہم صوبائی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں اعداد وشمار کے حساب سے اپنی نمائندگی کا پرزور مطالبہ کریں، کے علاوہ کوئی اور جمہوری راستہ نظر نہیں آتا۔ کیا ہمارے لئے قابل افسوس وقابل غور مسئلہ نہیں ہے کہ گزشتہ پندرہ برسوں سے ملک کی پارلیمان میں کرناٹک سے لوک سبھا میں ہماری کوئی نمائندگی نہیں جب کہ مختلف سرکاری اعداد وشمار کی روشنی میں کرناٹک میں مسلمان ایک کروڑ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ (جاری)

☆امام وخطیب مسجد منورہ، جنرل سکریٹری جماعت اہلسنت، بنگلور
9448063144

لمرا فاونڈیشن دہلی کے زیر اہتمام شاہین باغ میں محفل پیغام حسین کا انعقاد

رخصت کی بھرپور شرعی گنجائش کے باوجود حضرت امام حسین نے عزیمت کی راہ کو منتخب کیا لیکن یزید کی بیعت کے لئے صرف اس لئے تیار نہیں ہوئے کیوں کہ آپ کی تحقیق اور معلومات کے مطابق یزید فاسق وفاجر ہو گیا تھا جس کی بیعت کر کے اس کو اسلامی دنیا کا حکمران تسلیم کرنا کسی بھی آل رسول کی شان کے خلاف تھا۔ امام حسین کا فیصلہ یہ تھا کہ جان بوجھ کر میں نے کسی فاسق وفاجر کی بیعت کر لی تو قیامت تک کے لئے فاسق وفاجر کو متقی مخلص اور پرہیزگار مسلمانوں پر ترجیح دینے کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ دوسری طرف کوفہ والوں کی جانب سے بھیجے گئے خطوط اور مسلم بن عقیل کی گواہی کے بعد بھی کوفہ جانے کو اگر کسی مصلحت کے تحت نظر انداز کیا تو بھی میرے اوپر مظلوموں کی فریاد پر مدد کے لئے نہ پہنچنے کا الزام عائد کر دیا جائے گا جو کسی طرح بھی ایک آل رسول کی شان کے خلاف ہے، ایسی صورت حال میں عزیمت کے علاوہ رخصت کی گنجائش کا سوال بے معنی ہو جاتا ہے۔

۱۹ محرم ۱۴۴۳ھ/ ۲۹، اگست ۲۰۲۱ء کو بروز اتوار لمرا فاونڈیشن دہلی کے زیر اہتمام سینئر سٹیزنس ایسوسی ایشن کلب شاہین باغ میں منعقد پیغام امام حسین کی محفل میں مولانا محمد ظفر الدین برکاتی نے خطاب کرتے ہوئے یہ پیغام آفریں گفتگو کی اور کہا کہ میدان کربلا میں امام حسین نے خواتین کو میدان میں آنے سے سختی سے منع کر دیا تھا کیونکہ بے پردگی ہوتی اور آج کے حسینیوں کی شادی کی تقریبات اور محافل و بازاروں کو دیکھ کر یقین نہیں ہوتا کہ ہم حسینی ہیں بلکہ ہم بہت سے آسان مسائل میں بھی عزیمت کی بجائے رخصت کی راہ کو اپنا کر اپنے حسینی ہونے کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں۔ قاری محمد آفتاب عالم غازی پوری (مدرسہ ابراہیمیہ جامعۃ القرآن مسجد خلیل اللہ میں شعبہ حفظ وقرآت کے استاد) نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور منقبت خوانی کا شرف حاصل کیا۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے خطبہ استقبالیہ میں کہا کہ محفل میں شریک حضرات اگر محسوس کرتے ہیں کہ ایسی مجلس کا سلسلہ باقی رہنا چاہیے تو خوشگوار حمایت کا ہاتھ بلند کریں تو سبھی حاضرین نے بلند آواز میں تائید کرتے ہوئے کہا کہ بالکل ہوتے رہنا چاہیے، اس لئے طے ہوا کہ ہر ماہ سینئر سٹیزنس ایسوسی ایشن کلب میں اسلامی تعلیمات اور شخصیات کے حوالے سے منتخب موضوعات کے تحت مجالس منعقد ہوتی رہیں گی۔

لمرا فاونڈیشن کے ڈائریکٹر مولانا اقلیم رضا مصباحی نے نظامت کے فرائض انجام دیے، مجلس میں مقامی عوام وخواص کے علاوہ مولانا توصیف احمد مصباحی، مولانا عبد السمیع قادری، مولانا سراج احمد مصباحی، قاری شکیل احمد رضوی، انجینئر خالد رشید صاحب، اطہر خان مصباحی، ایڈووکیٹ حسن اقبال، فرقان احمد، التمش انصاری، سید محمد عمر صاحب، محمد شاہنواز خان وغیرہ بطور خاص موجود تھے۔ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی نے دعا کرائی اور ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔

رپورٹ: (مولانا) محمد تقی الرحمن مصباحی، استاذ شعبہ درس نظامی جامعۃ المدینۃ، شاہین باغ۔ 9598450561

فکر فردا

بڑھتا ہوا اِلحاد مسلم دنیا کا سب سے بڑا چیلنج

خالد ایوب مصباحی شیرانی★

آج سے ٹھیک ایک سال پہلے ۴ جون ۲۰۲۰ء کو سہ پہر ۳ بجے تحریک علمائے ہند اور ادارہ قرآن کے مشترکہ بینر تلے ''مسلم دنیا میں طوفانی رفتار سے بڑھ رہا اِلحاد: اسباب اور علاج'' کے عنوان پر زوم ایپ کے ذریعے آن لائن ویب نار کیا گیا۔ غیرت مندانہ اسلامی مزاج رکھنے والے اِس عنوان ہی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ موضوع کتنا حساس رہا ہوگا۔ فقیر ذاتی طور پر اِسے اپنی عملی زندگی کا سب سے زیادہ زیادہ حساس اور اہم ترین موضوع گردانتا ہے۔ موضوع پر گفتگو کرنے والے ریسرچر ایڈووکیٹ فیض قادری، اتر پردیش کان پور کے رہنے والے نو جوان تھے، جنھیں غیر پیشہ ورانہ طور پر اِس موضوع سے لگاؤ ہے اور انھوں نے دوران گفتگو اپنے اس غیرت مندانہ لگاؤ اور موضوع کا حق بھی ادا کیا۔ اس مضمون میں درج مواد کا بیشتر حصہ فیض قادری کی اسی گفتگو سے مستفاد و ماخوذ ہے۔ یہ مواد مضمون کی شکل میں اس لئے پیش کیا جا رہا ہے کہ مذہبی طبقے کو کرنٹ ایشوز پر کام کرنے کی ایک بہت معقول اور ضروری جہت ملے اور کارِ دعوت جو پچھلی ایک مدت سے ہماری بے اعتنائی کا شکار ہے، حیات نو پائے۔

الحاد کا مطلب: الحاد کو ہندی میں नास्तिकता اور انگریزی میں Atheism کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر یہ لفظ لا مذہبیت، یا دہریت یا، اصول اسلام سے دوری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عرفاً اگر چہ الحاد کو لا مذہبیت کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اگر کسی سابق الاسلام محروم القسمت کو ملحد کہا جاتا ہے تو اسلامی اور اصولی نقطہ نظر سے یہ ارتداد کے مترادف ہے کیوں کہ اسلام اور کفر کے درمیان کوئی واسطہ یا تیسرا درجہ نہیں ہوتا بلکہ اسلام کو نہ ماننا ہی کفر اور بسا اوقات یہی ارتداد ہوا کرتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر سیاسی دنیا میں مذہبی خانہ پری کے ساتھ الحاد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس میں عموم ہوا کرتا ہے اور یہ لفظ اُن تمام لوگوں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے جو اسلام سے برگشتہ ہوئے ہوں، یا دنیا کے کسی بھی مذہب کی زنجیروں سے آزاد ہوئے ہوں۔

الحاد کے اسباب: دوسرے مذہبوں کی پابندیوں سے آزاد ہونے والے کیوں کر مذہب بیزار ہو رہے ہیں؟ نہ ہمیں اس سے کوئی سروکار ہے اور نہ زیادہ ہونا چاہیے، البتہ اسلام سے برگشتگی کے عوامل کیا کچھ ہیں؟ اِس پر غور کرنا، اس کی روک تھام کی کوشش کرنا اور اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوشی کی فکر کرنا نہ صرف ہمارا دعوتی اور قرآنی فریضہ ہے بلکہ اخلاقی فرض بھی ہے۔ فیض قادری کی ریسرچ کے مطابق اس کے کچھ اسباب وعوامل درج ذیل قسم کے ہیں:

(الف) غلامی کا وجود: ملحدین کا موٹا اعتراض ہے کہ اسلام نے اپنی دینی تکمیل اور غیر معمولی اشاعت کے باوجود دنیا میں پہلے سے پائی جا رہی غلامی پر بند نہیں باندھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اس غیر انسانی روش سے راضی ہے۔ یہ اعتراض کچھ نیا نہیں البتہ من جملہ اعتراضوں میں سے ایک ہے۔

چوں کہ اس مضمون میں ہمارا مقصد ملحدوں کے اعتراضات کے جواب دینا نہیں بلکہ مسئلے کی حساسیت سامنے رکھنا ہے، اس لئے جوابات سے بحث کیے بنا آگے بڑھیں گے، امید ہے جنھیں جواب نہیں معلوم وہ غیرت مند اپنے لئے بھی جواب تلاش کریں گے اور دوسروں کو مطمئن کرنے کے لئے بھی جدوجہد کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور یہی ہمارا مدعا ہے۔

(ب) قرآن غیر منطقی / غیر سائنسی ہے:

ملحدین کا ماننا ہے کہ قرآن مجید غیر منطقی اور غیر سائنسی کتاب ہے یعنی اس میں معقولیت نہیں جبکہ ہمارا عہد ہر چیز کو منطقی نظر سے دیکھتا ہے اور ہر سوال کا سائنٹفک جواب طلب کرتا ہے اور ہمیں زندگی جینے کے لئے مذہب سے کہیں زیادہ سائنس کی ضرورت ہے۔ اس لئے جہاں مذہب اور سائنس میں تضاد نظر آتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے اول مرحلے میں مذہب پیچھے رہ جاتا ہے اور سائنس امام ہو جاتی ہے۔

(ج) شکوک کا ازالہ نہ ہونا: ماضی قریب میں الحاد کے

فروغ کی سب سے بڑی وجہ ملحدین کے بجا بے جا شکوک وشبہات کا ازالہ نہ کیا جانا رہا ہے کیوں کہ اس عہد میں میڈیا، فلم انڈسٹری، سیاست، حقوق انسانی اور آزادی رائے جیسے سنہرے بہانوں سے مذہب و مذہبیات کے تئیں تشکیک کا ماحول بنایا گیا لیکن مذہبی دنیا کی طرف سے ان تشکیکات کا جتنے اطمینان بخش انداز سے ازالہ ہونا چاہیے تھا، نہ ہو سکا اور بایں وجہ گزرتے وقت کے ساتھ مذہب بیزار نظریات ذہنوں میں اپنی جگہ پختہ کرتے رہے۔

ایک شخص نے حدیث رسول کا ایک اقتباس سنا کہ عورتیں مردوں کے مقابل جہنم میں زیادہ تعداد میں جائیں گی۔ اس نے اپنے ذہن سے اُسے صنف نازک کے خلاف گردانا اور اسلام کو غیر انسانی مذہب سمجھتے ہوئے، اسلام سے پھر گیا۔

ایک شخص نے اپنے ارتداد کی وجہ یہ بیان کی:

میری خالہ کو طلاق ہوئی اور وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کرسکی، مجھے اسلام کا یہ طلاق سسٹم پسند نہ آیا، اس لئے میں نے اسلام ترک کردیا۔

ایک خاتون نے محض اس لئے اسلام سے منہ پھیر لیا کہ اسے حجاب میں معقولیت نظر نہیں آئی اور اُسے کسی نے جدید سائنس کی روشنی میں اس کی معقولیت سمجھائی بھی نہیں۔

تبلیغ اسلام میں جتنا زور اسلامی تعلیمات و روایات کی ترسیل پر دیا جاتا ہے، اگر اتنا ہی زور اسلامی تعلیمات کا فلسفہ عام کرنے پر دیا جائے تو شاید آج بھی خاصی تعداد اپنا ایمان بچا سکتی ہے۔

(د) سوالوں کا جواب نہ ملنا: الحاد کے راستے میں ایک بہت معاون طریقہ یہ رہا ہے کہ مذہبی طبقے کی طرف سے اس کے سوالوں کے کبھی تو سرے سے جواب ہی نہیں دیے گئے اور کبھی اُس نوعیت کے نہیں دیے گئے، جس نوعیت کے سوال تھے۔ بالخصوص مذہبی تعلیمات پر وارد اعتراضات کے منطقی اور سائنٹفک جوابات نہ ملنا، الحاد کا سب سے بڑا سبب رہا۔ ایک مولانا سے کسی نے پوچھا: جہاں سورج نہیں ڈوبتا، وہاں روزہ کیسے کھولتے ہیں؟ مولانا نے اخلاقی اقدار کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جواباً کہا: تم شیطان کی اولاد ہو۔ اس بندے نے اسی دن اسلام چھوڑ دیا۔

(ہ) اسلام میں تحمل اور انسانیت نہیں: ملحدین کا کہنا ہے کہ اسلام میں تحمل، رواداری اور معاشرتی مزاج نہیں۔ مختلف مذہبوں کے ماننے والوں کے ساتھ کس طرح گزر بسر کرنا ہے؟ اسلام اس سلسلے میں قدامت پسند واقع ہوا ہے اور اس کے نظریات قابل عمل نہیں بلکہ تشدد پر مبنی ہیں جیسے ایک شخص نے کسی سے بنا تشریح و تفصیل کے سنا: غیر مسلموں سے محبت آمیز تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں۔ اسے یہ مسئلہ فرسودہ معلوم ہوا، اس نے اسلام چھوڑ دیا۔

ایک شخص کے ذہن میں ایک اعتراض نے جگہ بنائی:

جب میرے غیر مسلم دوست جہنم میں جائیں گے تو میں اکیلا جنت میں جا کر کیا کروں گا، میں بھی مسلم کیوں رہوں؟ اور اس اعتراض کا معقول جواب نہ پا کر اُس نے اسلام سے برگشتگی اختیار کر لی۔

ملحدین کی طرف سے خاندانی اور قدامت پسند مسلمانوں پر ایک بہت بڑا الزام یہ بھی ہے کہ مسلمان قریب کرنے اور سمجھانے کی بجائے تشدد پر یقین رکھتے ہیں۔ چناں چہ ایک بہت بڑی تعداد محض اس لئے اسلام سے محروم ہو چکی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں سے سوال کیا تو مسلمانوں نے انھیں اطمینان بخش انداز میں جواب دینے کی بجائے مارا، یا اُن پر سختیاں کیں، یا اُن کے ساتھ غیر اخلاقی سلوک روا رکھا۔

(و) وہابی اسلام کے تشدد سے بد گمانی: الحاد کی بہت بڑی وجہ وہابی نظریات رہے ہیں، جن میں بلا کا تشدد پایا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بنام اسلام الحاد کی چپیٹ میں آنے والوں میں لگ بھگ وہ لوگ شامل رہے ہیں، جو وہابی آئیڈیالوجی کے فولوور تھے۔ چناں چہ عرب جسے اسلام کی جنم بھومی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، ایک سروے کے مطابق وہاں کا ہر چھٹا انسان الحاد کی زد میں ہے اور ملحدین کا سب سے زیادہ لٹریچر وہیں کھپتا ہے۔ اسلام پسندوں کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ماضی قریب میں اسلام پر لکھے گئے لٹریچر کی طرح اسلام کے خلاف لکھے گئے لٹریچر کو غیر معمولی پذیرائی ملی اور ہر جدید پلیٹ فارم پر اسلام مخالف مواد بآسانی اور بہت بڑی تعداد میں موجود ہے۔

(ز) سیاسی و میڈیائی امیج: الحاد کی من جملہ وجوہ میں ایک اہم وجہ اسلام کی وہ فرسودہ تصویر بھی ہے جو سیاست اور میڈیا نے دنیا کے سامنے پیش کی اور جس کا کما حقہ دفاع کرنے سے مسلمان قاصر رہے۔ ایک شخص کے ذہن میں مضبوطی سے بات بٹھا دی گئی کہ جتنے دہشت گردانہ واقعات ہوئے ہیں، ان کے پیچھے کہیں نہ کہیں کوئی مسلم چہرہ ہے، وہ اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھا اور آج ایکس مسلم ہے۔

قرآن اور جہاد کی غلط اور من مانی تشریحات نے بھی ایک بڑے طبقے کے ایمان کو متزلزل کیا ہے۔ چناں چہ نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلم گھرانوں میں پیدا ہونے والوں میں بھی ایک بڑی تعداد یہ تصور رکھتی ہے کہ ''قرآن سے کچھ آیتیں نکال دینی چاہیے۔''

(ح) اسلامی تعلیمات کی غلط تشریح: بارہا لوگ اس لئے بھی الحاد کی ڈگر پر چلے جاتے ہیں کہ ان تک جس انداز میں اسلامی تعلیمات پہنچائی جاتی ہیں، وہ اندازِ ترسیل یا پیغام دعوت بہت بھونڈا ہوتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے تئیں یہ بھونڈا انداز نہ صرف ان غیر مسلموں کا ہوتا ہے جو اسلام کی تشریح ہی اس لئے کرتے ہیں کہ انھیں اسلام کی ساکھ متاثر کرنی ہے بلکہ یہ غیر معقول انداز اُن اسلامی مبلغین کا بھی ہوتا ہے جو کم علمی کے باوجود اسلامی تعلیمات پر لکچر دیتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے غیر سنجیدہ اسلوب بیان، غیر معقول طرز تعبیر، متشددانہ نظریات اور غیر نفسیاتی طریق تبلیغ کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ و ترسیل تو کیا کر پاتے ہیں، بارہا اُنھیں احساس بھی نہیں ہوتا ہے اور ان کی ذاتی کوتاہیوں کی وجہ سے ایک طبقہ اسلام بیزار ہوتا جاتا ہے۔

ایسے اسلامک اسکالرز کے غیر معقول اور غیر نفسیاتی بیانات کی وجہ سے مرتد ہونے کی چند مثالیں دیکھیے:

ایک شخص نے شریعت اسلامیہ کا یہ مسئلہ سنا کہ گھر میں کتا پالنا، نا جائز ہے جبکہ اس شخص کو کتا بہت پیارا تھا، وہ مذہب بیزار ہو گیا۔

ایک شخص نے حدیث پاک کا ایک حصہ سنا: مدینہ منورہ میں عرینہ نامی قبیلہ کے کچھ لوگ آئے، انھیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوا کے طور پر اُن کے لئے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب تجویز فرمایا، جس سے انہیں شفا ملی۔ سننے والے کو یہ حدیث گراں گزری اور غیر اخلاقی محسوس ہوئی، اس نے اسلام چھوڑ دیا۔

خیال رہے یہاں قصور اُن اسلامی روایات کا نہیں، ان پہنچانے والوں کا ہے، جنھوں نے ناخواندہ طبقے تک شریعت کا ایک حصہ تو پہنچایا لیکن وہ کارِ ترسیل و تبلیغ میں عصر جدید کا پاس نہ رکھ سکے، ان کی معقول توجیہ نہ کر سکے اور اُن کی نفسیات کا لحاظ نہ کر سکے۔

(ط) اسلام میں بھی دیگر مذاہب والی کم زوریاں ہیں: پختہ کار ملحدین اسلام پر مسلسل حملہ آور رہتے ہیں اور ان کا ماننا یہ ہے کہ مسلمان اسلام کو جتنا پاکیزہ بنا کر پیش کرتے ہیں، در حقیقت اسلام اتنا شفاف نہیں بلکہ اس کے اندر بھی وہ تمام کم زوریاں ہیں جو دیگر مذاہب میں بیان کی جاتی ہیں جیسے مسلمان بڑے شد و مد کے ساتھ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اسلام مساوات کا پیغام بر ہے اور یہاں ذات پات کا کوئی تصور نہیں جبکہ یہ جھوٹ ہے اور یہاں بھی اولادِ رسول یعنی سیادت کے نام پر پروہت واد/ کاسٹ سسٹم/ ذات پات کے تمام تصورات موجود ہیں۔ یہی حال ان دیگر دعووں کا ہے، جنھیں لے کر مسلمانوں میں بہت زیادہ زعم پایا جاتا ہے۔

الحاد کی روک تھام: یہ وہ چند نمایاں اسباب و عوامل اور موٹے موٹے مسائل ہیں جن کا نتیجہ مسلم دنیا الحاد کی شکل میں بھگت رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اور اُسی قسم کے ملحدین کے دیگر بیشتر اعتراضات سطحی، جھوٹ پر مبنی، غلط فہمی کا نتیجہ، مذہبی تعصب کی دین اور حقیقی اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہیں لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ اب یہی چھوٹے چھوٹے عوارض ایمان لے ڈوبنے کے لئے بہت کافی ثابت ہو رہے ہیں کیوں کہ اس وقت الحاد پوری دنیا میں اسلام کے سامنے سب سے بڑے چیلنج کی شکل میں ہے اور آج تک کسی بھی فرقے، نظریہ یا مذہب نے اسلام کو اس قدر گزند نہیں پہنچایا ہوگا، جتنا گزشتہ تھوڑے عرصے میں الحاد پہنچا چکا ہے۔

الحاد کی اِس بڑھوتری کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ملحدین ترک مذہب کے علاوہ کسی نئے مذہب کے داعی نہیں ہوتے، اس لئے انھیں زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی بلکہ بندہ پہلے جس مذہب سے وابستہ ہے، محض اس سے بدگمان کرنا ہی ان کے لئے کافی ہوتا ہے اور یہ کام آج کے دور میں بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

البتہ اس پوری فتنہ انگیزی کے عہد میں اسلامیان ہند کے لئے من جانب اللہ ایک زریں موقع یہ ہے کہ بھارت کے ملحد ہنوز سوشل میڈیائی گروپس کے علاوہ کہیں منظم نہیں اور یہاں کی حکومتیں اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے ابھی انھیں دیدہ و دانستہ نظر انداز بھی کر رہی ہیں، اس لئے ان کی واپسی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں جبکہ دیگر ممالک میں یہ طبقہ منظم بھی ہے اور حکومتوں کا منظور نظر بھی لیکن بھارت میں بھی غیر منظم ہونے کا وہ مطلب ہرگز نہیں، جو اسلام اور مسلمانوں کے تئیں تصور کیا جاتا ہے بلکہ سوشل میڈیا کے ذریعے یہ پوری خاموشی کے ساتھ اپنا کام کر رہا ہے اور الگ الگ پلیٹ فارمز پر ''ایکس مسلم'' کے نام سے بہت

متحرک گروپس چلا رہا ہے۔ یہ غیر منظم رفتار بھی اتنی تیز ہے کہ دیدہ بینا نہ رکھنے والے عام اور رسمی مسلمانوں کے لئے اس کی طوفانی رفتار کا صحیح اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔

اِس رفتار اور طرزِ عمل کا ہلکا سا اندازہ اِس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور مذہبی تنظیم ''دعوت اسلامی'' سے وابستہ ایک شخص جو کبھی راجستھان کے شہر سیکر میں اس تنظیم کا رضا کارانہ مبلغ ہوا کرتا تھا، ابھی الحاد کے راستے پر ہے۔

امید ہے کہ حساس مزاج اور اسلام کے تئیں دردمند دل رکھنے والوں نے موضوع کی نزاکت محسوس کر لی ہوگی اور دنیا جہان کی ضروری رغیر ضروری مصروفیات ومباحث کے بیچ اس چیلنجنگ موضوع پر بھی توجہ مرکوز کی جائے گی۔ یہ بھی امید وابستہ کی جاسکتی ہے کہ مذہبی تقریریں اور تحریریں پیش کرنے والے جہاں اپنے لئے اجروثواب کے متمنی رہتے ہیں، وہیں ذہن کے ایک گوشے میں یہ بھی خیال رکھیں گے:

کہیں ہمارے غیر علمی، غیر معقول، تشدد آمیز، فرسودہ، غیر نفسیاتی، غلط طرز تعبیر، یا برے کردار وعمل کی وجہ سے دنیا ہمارے مذہب سے برگشتہ تو نہیں ہو رہی ہے؟

خدانخواستہ، صد بار نخواستہ اگر کہیں ایسا ہوا، یا خاموشی سے ہو رہا ہے تو اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جواب دہی کے لئے تیار رہیے جس نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے پوری دنیا کو اکمل مذہب دیا، لیکن اس کی تبلیغ کے دعوے دار ہی کسی کے لئے اس سے برگشتگی کا سبب بن گئے۔ اللہ کی پناہ!

☆☆☆

☆ چیئرمین تحریک علمائے ہند، جے پور
9828049081

سالانہ عرس علیمی و پیغام شہدائے کربلا کانفرنس ممبئی میں

مقالات شیخ القرآن اور معین العلماء نمبر کی رونمائی اور دو عظیم شخصیات کو ''علیمی ایوارڈ'' گیا

۲۰، اگست ۲۰۲۱ یوم عاشورا/ ۱۴۴۳ھ کو یہ اجلاس شہزادہ شہید راہ مدینہ، حضرت مولانا سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی زیب سجادہ آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف کی سرپرستی، مفتی اعظم ہالینڈ، مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی کی صدارت اور شہزادگان معین العلماء کے زیر اہتمام نہایت ہی شاندار طریقے سے منایا گیا۔ مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کی طرف سے اسیر مفتی اعظم ہند الحاج محمد سعید نوری صاحب کی دینی وملی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے موجود علما ومشائخ کی موجودگی میں سراج الفقہاء مفتی محمد نظام الدین رضوی، امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر نوری، مفتی شفیق الرحمن نے انھیں ''مبلغ اسلام ایوارڈ'' سے نوازا۔ فقیہ اعظم ہند، حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور کو بھی ''علیمی ایوارڈ'' پیش کیا گیا۔

مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی نے اپنے بیان میں کہا کہ گستاخان رسول کی طرف سے اہل بیت اطہار و بزرگان دین کی توہین ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی، آج جس ذات گرامی کے عرس میں ہم اور آپ شریک ہیں وہ شخصیت محتاج تعارف نہیں، زمانہ اُنہیں مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے جانتا ہے، انھوں نے اپنی ساری زندگی ناموس رسالت کی حفاظت میں وقف کر رکھی تھی، آج ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی سخت ضرورت ہے۔ حضرت علامہ شاکر نوری امیر سنی دعوت اسلامی نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ عصر حاضر میں مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشن کو عام کرنے کی ضرورت ہے، جو کام مبلغ اسلام نے کیا ہے اس کی مثال ملنی آج کے دور میں مشکل ہے، آپ نے وسائل کی عدم فراہمی کے باوجود اپنی ذاتی کمائی سے دین کی دعوت وتبلیغ کا بے مثالی فریضہ انجام دیا۔ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی صدر المدرسین دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی اور مولانا کمال احمد علیمی نظامی جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی نے بھی خطاب کیا۔

اسی تقریب میں مولانا کمال احمد علیمی نظامی کی دو کتابوں ''مقالات شیخ القرآن'' اور ''معین العلماء نمبر'' کا اجرا بھی ہوا۔ ساتھ ہی انہیں مخیر ملت الحاج وصی الدین نورانی ممبرا، الحاج شہنشاہ حسین برکاتی و دیگر برادران کی طرف سے لیپ ٹاپ دیا گیا۔ یہ حاجی وصی الدین و شہنشاہ حسین صاحبان کی علم دوستی اور علما نوازی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اسی موقع پر صحافت میں گولڈ میڈل پانے والے اسلامک اسکالر مولانا ضیاء الدین برکاتی مصباحی کو بھی اعزاز سے نوازا گیا۔ اجلاس کی نظامت مولانا محفوظ الرحمن علیمی نے فرمائی، قاری ریاض الدین مظہری نے ترانہ علیمیہ پیش کیا، مولانا اقبال احمد علیمی نے نعت خوانی کی، قاری رضوان مظہری نے صلاۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔

رپورٹ: ڈاکٹر سید شبیر حسن سیوانی، ایریا سیلز مینیجر میڈیسن ڈویزن ہمدرد دواخانہ، صوبہ راجستھان (بھارت)

بزم ادب

یوم وصال ۱۲ صفر پر خراج عقیدت

علامہ فضل حق خیر آبادی کی عربی شاعری

وصال احمد اعظمی★

آزادیِ ہند کے محرک اول، قائد انقلاب علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ ایک زبردست عالم دین، پر جوش داعی، علوم عقلی کے امام، برگزیدہ رہنما، مفکر و مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ عربی کے بلند پایہ شاعر و ادیب تھے۔ ہندوستان کے عربی شعرا کی طویل فہرست میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام نہایت ممتاز و نمایاں نظر آتا ہے۔ عربی اشعار پر قادر الکلامی کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عربی اشعار کی تعداد چار ہزار سے زائد ہے۔ برجستگی و زود گوئی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ شعر و سخن کی دنیا میں آپ کا مقام کتنا بلند تھا، ملاحظہ فرمائیں:

ایک بار آپ کے محب جو کہ عازم حج و زیارت شریف تھے بغرض رخصت حاضر ہوئے۔ آپ ان سے ملاقات کے لئے پیادہ حاضر ہوئے اور فرمایا کہ حاضری اقدس پر اِس مہجور غلام کے چند ابیات عرض کر دینا اور اِس حال میں راستہ چلتے آپ نے برجستہ وہ اشعار لکھوادِیے جن کی تعداد دو قصیدوں کی صورت میں پچاس شعر کے قریب ہوگئی تھی۔ جس وقت اُن زائر صاحب نے ان کو مواجہہ اقدس میں پڑھنا شروع کیا تو علماء نے جو مشغول تدریس تھے، اپنے اپنے درس بند کر دیئے اور حرم محترم میں ہر جانب سے خلقت ان کے گرد جمع ہوگئی اور حاضرین پر عجب حال طاری رہا۔ علماء نے سن کر فرمایا کہ یہ کلام تو کس فصیح عربی الاصل کا بمشکل ہوسکتا ہے چہ جائیکہ کسی ہندی کا اور بہتوں نے اس کے نقول لیے۔

(باغی ہندوستان، ص ۸)

علامہ خیر آبادی کم سنی ہی میں شعر گوئی کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے، آپ کے والد گرامی علامہ فضل امام خیر آبادی جب آپ کو لے کر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں گئے تو جہاں شاہ صاحب سے آپ نے اپنے اطاعت شعار فرزند کی ذہانت و طباعی کا ذکر فرمایا وہیں یہ بھی فرمایا کہ حضور! یہ شعر و شاعری کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتا ہے۔

علامہ کے اشعار کو دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عربی نژاد شاعر کا کلام ہے۔ زبان و بیان میں کہیں عجمیت نظر نہیں آتی۔ یہی خوبی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے عربی اشعار میں بھی پائی جاتی ہے۔

علامہ خیر آبادی کے شعر میں بیان کی جدت، خیال کی شگفتگی، احساسات کی پاکیزگی پائی جاتی ہے اور درد و کرب کا اظہار بھی۔ سادگی و بے ساختگی، فکر بلیغ، حسن ادا، آپ کے کلام کی خصوصیت ہیں۔

نثری ادب میں بھی آپ نے فن مہارت کا لوہا منوالیا ہے۔ الثورۃ الہندیہ، ہدیہ سعیدیہ، حاشیہ قاضی مبارک، رسالہ فی الالٰہیات وغیرہ کتب شاہد عدل ہیں۔ افاضل روزگار نے حسن انشاء کا اعتراف کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی لکھتے ہیں:

”علامہ فضل حق خیر آبادی معقولات کے استاد تھے ہی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ عربی کے بے مثال ناظم و ناثر بھی تھے۔ بیک وقت شعر کی نزاکتوں اور فلسفے کی باریکیوں اور گہرائیوں سے آگاہ تھے۔ شاعری میں عربی، فارسی اور اردو ادب پر گہری نظر تھی۔“

(سہ ماہی افکار رضا، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء)

آپ نے اپنی شعری نگارشات کا ذکر ایک جگہ یوں فرمایا ہے:

ونبذا مما اصابنى فى قصيدتين احداهما همزية تحكى همزات الشياطين والاخرىٰ دالية دالة على ما يعانى هذا الحزين الزمين و كنت نظمت قبل وقصدية فى قوافى النون فريدة كالدر المكنون عدد ابياتها ثلاث مائة او يزيد ولم تيسير اتمامها۔

دو قصیدے لکھے ایک ہمزیہ، دوسرا دالیہ۔ ایک اور نون کے قافیے میں لکھا تھا جو در یتیم کی طرح یگانہ ہے، اس کے تین سو سے زیادہ اشعار ہو گئے۔ تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ (ایضاً ص ۵۹)

قصیدۂ ہمزیہ سے چند ابیات تحریر کیے جاتے ہیں جس سے آپ کی شاعرانہ بصیرت کا حال معلوم ہوگا۔

تاجدار دو عالم ﷺ کی نعت یوں بیان کی ہے:

هو اول النور السنی تبجلت
بضیائه فی العالم الاضواء

وہ پہلا نور ہے جو دنیا میں چمکا اُس کی روشنی سے سارا عالم منور ہوا۔

هو اول الانبیاء آخرهم به
ختم النبوة و ابتدأ الابداء

وہ اول آخر پیغمبر ہیں، انہی پر نبوت ختم ہوئی اور اُنہی سے اس کی ابتدا ہوئی تھی۔

بدء به ابدی المهیمن سره
فلا جله الابداء و الابداء

خدا نے اپنا بھید اُنہی کے ذریعے ظاہر فرمایا اور اُنہی کی وجہ سے آفرینش و ہلاکت ہے۔

قد خصه الباری باوصاف علیٰ
لم یعطها الاحداث و القدماء

خدا نے انھیں ایسے بلند اوصاف کے ساتھ مختص کیا جو کسی جدید و قدیم کو نہ بخشے گا۔

اعطاه فضلاً لیس یمکن ان یکون
لهٗ شریك فیه او شرکاء

انھیں ایسا فضل و مرتبہ عطا کیا کہ اس میں کوئی بھی شریک و سہیم نہیں۔

برٌّ رحیمٌ مفضل ذو قوة
هاد رؤفٌ محسن عطاء

نیکوکار، رحم دل، کثیر الفضل، صاحب قوت، ہادی، نرم خو، محسن کثیر العطایا اُن کے اوصاف ہیں۔

(المدیح النبوی، ص ۶۴۔۶۵۔باغی ہندوستان)

رسول کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اومی الی القمر المنیر فشقه
و ابانة شقین ذا الایماء

چمکتے اور چمکانے والے چاند کو انھوں نے اشارہ سے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو جدا کر دیا۔

و الشمس اشفت للغروب فواقضت
لیکون منهٗ لصلوٰة اداء

سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا کہ ادائے نماز کے لئے ٹھہر گیا۔

حیة احجار و اشجار و کم
نطقت له بفصاحة عجماء

پتھروں اور درختوں نے انھیں سلام کیا۔ بہت سے چوپائے ان سے فصاحت کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔

(باغی ہندوستان، ص ۹۸)

انگریزوں (نصاریٰ) کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قتلوا و غالو جل من اخذووهم
مما ادعو من جرمهم براء

جن کو پکڑ لیا اُن کو قتل و ہلاک کیا حالاں کہ جو جرم ان پر لگائے گئے تھے ان سے وہ بری تھے۔

غالوا برایاهم برایاً عیلة
فجرت کما الفجر العیون دعاء

انھوں نے اپنی بری اور بے گناہ رعایا کو بری طرح ہلاک کیا، خون ایسا بہا جیسے چشمے ابل کر بہتے ہیں۔

(باغی ہندستان، ص ۹۶)

آسمان علم و ادب کا یہ خورشید تاباں ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ کو جزیرۂ انڈمان میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ نور اللہ مرقدہٗ

☆☆☆

☆ دار العلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد، سلطان پور، اتر پردیش (بھارت)

تعزیت نامہ

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے شعبہ درس نظامی میں درجہ فضیلت کے طالب علم مولانا مسرور احمد مصباحی موسمی بیماری کے سبب خدا کو پیارے ہو گئے۔ بطور تعزیت فردوسی نامہ سے چار مصرعے پیش ہیں:

اجل کی ڈال کر رُخ پر رِدا مسرور مصباحی
جہاں کو کہہ گئے آج الوداع مسرور مصباحی
سبھی خویش و اقارب، والدین اور اہل اشرفیہ
تمہارے جانے سے ہیں غم زدہ مسرور مصباحی

سید قیصر خالد فردوسی

۱۶ محرم ۱۴۴۳ھ/ ۲۶، اگست ۲۰۲۱ء بروز جمعرات

بزم سخن

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میرا یہ کام باعث تنزیل نور ہے
ترقیم نعت اصل میں تشکیل نور ہے

وصف رسولِ پاک میں جو کچھ کہا گیا
وہ حرف حرف قلزمِ تخئیل نور ہے

لکھتا ہوں ان کا نام تو ہوتی ہے روشنی
میرا قلم ،قلم نہیں ، قندیل نور ہے

ان کا سراپا ذہن میں یوں ہے بسا ہوا
جیسے کہ سامنے کوئی ترتیل نور ہے

میرا ہر ایک بال مرقع ہے خیر کا
میری ہر ایک سانس بہ تحویلِ نور ہے

تجھ سے ہی جا بجا ہے اجالا جہان میں
تیری ہی ذات صاحبِ تکمیل نور ہے

زیبائیِ مالِ رخ و الضحیٰ تو چھوڑ
نعلِ حضور نازشِ اِکلیل نور ہے

حیرت ہے لوگ کیسے انھیں خودسا کہتے ہیں
دنیا میں کیا کہیں کوئی تمثیل نور ہے ؟

ثاقبؔ حدیث مدح کا مجمل بیان بھی
تشریحِ جذب وکیف ہے، تفصیل نور ہے

نتیجۂ فکر: ثاقب قمری مصباحی

نعت رسولِ کریم

عجم سے اشک عرب کی زمین تک پہنچے
مرا پیام رسولِ امین تک پہنچے

بہ فیض شاہ جہاں گیر عزتیں پائیں
کئی جزیرے ہماری جبین تک پہنچے

اب اس سے بڑھ کے محبت ہوکیا؟ قصیدہ کیا؟
حضور عرشِ معلیٰ نشین تک پہنچے

نبی کی باتیں سنو اور آگے پھیلاؤ
وفورِ غارِ حرا ہر ذہین تک پہنچے

سنا وداع کے خطبے میں بَلِّغُوْ عَنِّی
صحابہ گھر سے چلے اور چین تک پہنچے

ادھر حضور کی ناموس کی صدا آئی
ادھر ہمارے قدم اٹھ کے زین تک پہنچے

معوذ اور معاذ اپنے پیر کی خاطر
صغر سنی میں صفِ اولین تک پہنچے

نتیجۂ فکر: عاجز کمال رانا، خوشاب صوبہ پنجاب

نعت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ پودا عشق کا ، ہوگا شجر آہستہ آہستہ
ملیں گے وصل جاناں کے ثمر آہستہ آہستہ

اٹھائے جاتے ہیں پردے مگر آہستہ آہستہ
کہ پیدا ہوتی ہے تابِ نظر آہستہ آہستہ

بہارِ جلوۂ رخ آئے گی گلزارِ حسرت میں
کھلیں گے دید کے گلہائے تر آہستہ آہستہ

نکلتا ہے شب غم میں جو مہتابِ خیال اُن کا
لٹاتی ہے ستارے ، چشم تر آہستہ آہستہ

ثنائے حسنِ دنداں کے لئے تیار ہوتا ہے
صدف میں بنتا ہے قطرہ ، گہر آہستہ آہستہ

محبت جاگ اٹھی اخلاقِ پیغمبر کی شبنم سے
کنول بنتے گئے دل کے شرر آہستہ آہستہ

بسا کر اُن کی خوشبو میں زبانِ حال کا لہجہ
پتا دیتی ہے اُن کا ، رہ گزر آہستہ آہستہ

اگرچہ دم میں تھی تکمیل سیر لا مکاں لیکن
ہوا ہر کام ، دورانِ سفر آہستہ آہستہ

حلاوت پاتا ہے ایمان اُن کے ذکر شیریں سے
سماعت میں بھی گھلتی ہے شکر آہستہ آہستہ

ہوا جو طالب علم نبی ، زیر قدم اُس کے
بچھاتے ہیں فرشتے بال و پر آہستہ آہستہ

پیا جامِ شہادت رفتہ رفتہ اُن بہتر نے
یزیدیت کی یوں توڑی کمر آہستہ آہستہ

نوید مہر رخ ہیں یہ ستارے نعت کے، سیفی!
شب فرقت کی بھی ہوگی سحر آہستہ آہستہ

کاوش فکر

سید شاکر حسین سیفی، صدر شعبۂ افتاء دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی

اور بھی کچھ مانگ

اب تنگیِ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ
ہیں آج وہ مائل بہ عطا اور بھی کچھ مانگ

ہیں وہ متوجہ تو دعا اور بھی کچھ مانگ
جو کچھ تجھے ملنا تھا ملا اور بھی کچھ مانگ

ہر چند کے مولا نے بھرا ہے تیرا کشکول
کم ظرف نہ بن ہاتھ بڑھا اور بھی کچھ مانگ

چھو کر ابھی آئی ہے سر زلف محمد
کیا چاہیے اے بادِ صبا اور بھی کچھ مانگ

یا سرور دیں شاہ عرب رحمت عالم
دے کرتہ دل سے یہ صدا اَور بھی کچھ مانگ

سرکار کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے
جو مانگ لیا مانگ لیا اَور بھی کچھ مانگ

جن لوگوں کو یہ شک ہے کرم ان کا ہے محدود
ان لوگوں کی باتوں پے نہ جا اَور بھی کچھ مانگ

اس در پہ یہ انجام ہوا حسن طلب کا
جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ

سلطان مدینہ کی زیارت کی دعا کر
جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ

دے سکتے ہیں کیا کچھ کہ وہ کچھ دے نہیں سکتے
یہ بحث نہ کر ہوش میں آ اور بھی کچھ مانگ

مانا کے اُسی در سے غنی ہو کے اٹھا ہے
پھر بھی درِ سرکار پہ جا اور بھی کچھ مانگ

پہنچا ہے جو اُس در پہ تو رہ رہ کے نصیرؔ آج
آواز پہ آواز لگا اَور بھی کچھ مانگ

پیر سید نصیر الدین نصیرؔ، گولڑوی

استغاثہ بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سر اُٹھائے ہے شر رسول اللہ　　وقت ہے پُر خطر رسول اللہ
سخت مشکل میں ہیں مکین وطن　　لیجیے گا خبر رسول اللہ
جوش پر ظالموں کی شدت ہے　　کیجے ہم پر نظر رسول اللہ
عرصۂ زیست ہو گیا ہے تنگ　　عہد ہے پر ضرر رسول اللہ
حوصلہ دیں مقابلِ باطل　　ہم ہوں سینہ سپر رسول اللہ
ہائے افسوس ہادیانِ ملل　　ہیں اسیرانِ زر رسول اللہ
کوئی پُرسانِ حالِ زار نہیں　　ہم کو بخشیں ظفر رسول اللہ
بھول بیٹھے ہیں آپ کی سیرت　　ہم ہوئے بے ہنر رسول اللہ
پھر ہماری دعا موثر ہو　　چھن گیا ہے اثر رسول اللہ
پھر مدینے کی یاد آتی ہے　　اب کے اذنِ سفر رسول اللہ
پائے مرہم مُشاہد مضطر　　اے مرے چارہ گر رسول اللہ

استغاثہ نگار۔محمد حسین مشاہدؔ رضوی

منقبت

زہرا کے لعل ابن علی سبط مصطفیٰ　　تیری ہے کتنی شان بڑی سبط مصطفیٰ
زین العباد اصغر و اکبر حسن حسین　　مجھ کو عزیز تر ہیں سبھی سبط مصطفیٰ
جس نے بچائی آبرو سارے جہان کی　　جس نے بچایا دین وہی سبط مصطفیٰ
ایمان جان آبرو اور دولت و ہنر　　سب تیرا صدقہ میرے سخی سبط مصطفیٰ
اہل جہان آج بھی کرتے ہیں تم کو یاد　　سیرت تمہاری اتنی بھلی سبط مصطفیٰ
علم و کمال نقد و نظر تبصرہ ہی کیا　　ہیں جان میرے شعروں کی بھی سبط مصطفیٰ
ذات خدا کو ذات نبی کو وہی پسند　　جس کو ہے تم سے عشق دلی سبط مصطفیٰ
جنت بھی خوب شوق سے دیکھے گی اے شہیرؔ　　میرے بھی گھر پہ آئیں کبھی سبط مصطفیٰ

احمد رضا کے صدقے میں ایسا کرو حسین　　میرے غریب خانے میں جلوہ کرو حسین
جب جب بدن کا صدقہ اتارا کرو حسین　　اس میں سے تھوڑا مجھ کو بھی بخشا کرو حسین
آنکھیں دل و دماغ جگر آپ ہی کے ہیں　　جس میں بھی چاہو آ کے بسیرا کرو حسین
جگ سے یزیدی فتنے مٹانے کے واسطے　　سب کو شہیر روز پڑھایا کرو حسین
تم کو بھی روزِ حشر نبی بخشوائیں گے　　تم بھی شہیرؔ دل سے پکارا کرو حسین

نتیجہ فکر

شہیرؔ رضوی کھیروی، سیدواڑہ کھیری، یوپی۔09792266601

علی اشرف چاپدانوی ملت کا اک بے لوث مجاہد

مفتی محمد مجاہد حسین حبیبی★

زمین وآسمان گواہ ہیں کہ لاکھوں کروڑوں افراد میں چند ہی ایسے ہوتے ہیں جن میں قدرت نے کچھ کرگزرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا کیا ہوتا ہے اور وہ اللہ کی دی ہوئی زندگی کچھ ایسے کاموں میں گزاردیتے ہیں کہ پھر طویل مدت تک دنیا اُنہیں یاد کرتی اور ان کے کاموں سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے۔ انہی ناموں میں ایک محترم نام علی اشرف چاپدانوی (شوکت علی صدیقی) کا ہے جن کی زندگی نہایت ہی سادہ وسپاٹ ہونے کے ساتھ قوم وملت کے لئے نہایت ہی بیش قیمت تھی۔ موصوف ۱۹۵۰ء میں ہزاری باغ کے ایک چھوٹے سے گاؤں ''کوبنی'' میں پیدا ہوئے۔ ماں باپ نہایت ہی سیدھے اور شریف تھے۔ ان کی شفقتوں میں رہ کر آپ میں بھی کوٹ کوٹ کر شرافت وسادگی رچ بس گئی۔

آپ کی ولادت اگرچہ ہزاری باغ کے گاؤں ''کوبنی'' میں ہوئی تاہم تعلیم کا مرحلہ آپ نے کلکتہ کے مٹیا برج اور چاپدانی میں طے کیا۔ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ریجنل سینٹر سے ادیب کامل اور دوسری اسناد حاصل کیں۔

تحریری سفر کا آغاز: ۱۹۷۷ء میں روزنامہ'' آزاد ہند'' کلکتہ میں لکھنا شروع کیا۔ یوں آپ کا تحریری سفر شروع ہوا پھر جب ۱۹۸۱ء میں پندرہ روزہ نوائے حبیب کا اجراعمل میں آیا تو آپ ہمہ تن اس کی خدمت واشاعت میں سرگرم عمل ہوگئے۔ اس طرح آپ کی تحریر میں پختگی اور گہرائی آتی گئی۔ بعد میں آپ ملک کے دور دراز کے علاقوں سے شائع ہونے والے اخبارات اور رسائل میں بھی لکھنے لگے جہاں آپ کی تحریر نمایاں طور پر شائع کیے جاتے رہے۔ کچھ اخبارات اور رسائل کے نام حسب ذیل ہیں:

روزنامہ آزاد ہند، اخبار مشرق، روزنامہ آبشار، راشٹریہ سہارا کلکتہ، روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی، ہفت روزہ اخبار عالم ممبئی، ماہنامہ اعلیٰ حضرت، ماہنامہ سنی دنیا بریلی، فیض الرسول براؤں شریف، ماہنامہ قاری دہلی، ماہنامہ کنز الایمان دہلی۔ مذکورہ اخبارات و رسائل کے علاوہ ۱۹۸۶ء میں جب والد بزرگوار خلیفۂ حضور مجاہد ملت حضرت الحاج مدثر حسین حبیبی صاحب نے پندرہ روزہ ''نوائے حبیب'' کے تحت جب مجاہد ملت نمبر شائع کیا تو آپ نے مضامین کی جمع وترتیب میں نمایاں کردار انجام دیا۔ تقریباً اکیس سالوں بعد ۲۰۰۷ء میں میری ادارت میں جب سہ ماہی ''تبلیغ سیرت'' کے تحت ''مجاہد ملت نمبر'' شائع کیا گیا۔ اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ امام احمد رضا سوسائٹی کے تحت مولانا شاہد القادری نے مٹیا برج سے ''مفتی اعظم مغربی بنگال حیات وخدمات'' شائع کیا پھر تجلیات تاج الشریعہ مرتب کیا اور خلفائے اعلیٰ حضرت پر کتاب تحریر کی، مذکورہ سبھی کتابوں کی جمع وترتیب میں آپ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویسے سچ یہی ہے کہ بہت سے کام آپ نے خود کیے اور دوسروں کے نام سے اُنہیں موسوم کردیا۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشند

اخبارات ورسائل کے مختلف نمبرات میں لکھنے کے علاوہ آپ نے دینی، مذہبی اور درسی چھوٹی بڑی پچاس کے قریب کتابیں تحریر یں کیں ہیں جن میں سے اکثر شائع ہوکر عوامی مقبولیت حاصل کرچکی ہیں۔

چند کتابوں کے نام: اسلامی عورتوں کی مکمل نماز، نوری برکھا، منقبت غوث وخواجہ، گنجینہ درود وسلام، قادریہ پرائمر، اسلامی تعلیم وتربیت (دوحصے) بارہ ماہ کی فضیلت اور نفل نمازیں، سوانح خواجہ غریب نواز، سوانح غوث اعظم، تذکرہ وارث، سیرت رہبر اعظم (مذکورہ کتاب پر اردو اکیڈمی حکومت مغربی بنگال نے موصوف کو انعام سے بھی سرفراز کیا ہے)، سلام وارث، نایاب تاریخ جغرافیہ اور سائنس، پرفکٹ جنرل نالج، فریدہ خوشخطی، پرفکٹ رائٹنگ، قواعد صحت، شگفتہ اردو قواعد، جدید اردو گرامر اول/دوم۔ وغیرہ

ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے موصوف نے ''اوقات الصلوٰۃ'' مصنفہ بیگم حافظ حاجی سلطان پر نئے سرے سے کام کیا ہے تاکہ مذکورہ کتاب کو

عامۃ الناس کے لیے مزید سہل اور سود مند بنایا جا سکے۔ غرض یہ کہ جناب علی اشرف چاپڈانوی صاحب کا علمی وتحریری سفر قریباً چالیس سالوں تک جاری رہا۔ وہ ہر صبح وشام کام کی نئی راہیں تلاشتے رہتے تھے۔

علما و مشائخ سے ربط و ضبط: مرحوم کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ جہاں جاتے علمائے کرام اور مشائخ سے ضرور ملاقاتیں کرتے۔ مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی ہاشمی اڑیسوی علیہ الرحمہ جب کلکتہ تشریف لاتے تو آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے۔ حضرت کے وصال کے بعد علامہ مشتاق احمد نظامی، علامہ ارشد القادری وغیرہ سے بہت متاثر تھے۔ ان کی آمد پر زیارت و ملاقات کے لئے ضرور حاضر ہوا کرتے۔ والد بزرگوار خلیفۂ حضرت مجاہد ملت حضرت مولانا الحاج مدثر حسین حبیبی صاحب قبلہ سے آخر آخر تک ملاقات کے لئے آتے رہے۔ شہر کلکتہ کے تمام ہی علما ائمہ سے لگ بھگ تعلقات تھے اور ان سے ملاقاتیں کر کے انہیں تعلیمی و تنظیمی سرگرمیوں کے لئے ابھارتے اور ترغیب دیتے رہتے۔

رمضان شریف سے چند دنوں پہلے میں مٹیا برج گیا تھا تو ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ کسی کو کیا پتہ تھا کہ یہ میری اور ان کی آخری ملاقات ہے۔ رمضان شریف ہی کے دوران ایک دو مرتبہ انھوں نے فون کے ذریعہ حالات معلوم کیے، مدرسہ کے بارے میں پوچھا اور کچھ ضروری باتوں کی طرف توجہ بھی دلائی۔

۱۸ رمئی منگل کے دن ظہر کی نماز کے فوراً بعد مولانا شاہد القادری رضوی امام دھان کھیتی مسجد نے فون پہ مجھے اطلاع دی کہ علی اشرف چاپڈانوی (شوکت علی صدیقی) اپنے رب کے جوار میں جا چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون شہر میں اگر چہ لاک ڈاؤن نافذ تھا لیکن مرحوم سے والد صاحب کا جو رشتہ اور خود ہمارا جو دلی لگاؤ تھا اُس کا تقاضہ تھا کہ جنازہ اور تدفین میں شرکت کی جائے۔ اللہ نے سبیل نکالی اور راقم محمد مجاہد حسین حبیبی، بڑے بھائی محمد مزمل حسین برکاتی اور بچپن کا ایک دوست منا ہم تینوں جنازہ اور تدفین میں حاضر رہے۔

علی اشرف چاپڈانوی کا انتقال جہاں ان کی اہلیہ، بیٹی اور خاندان کے دوسرے لوگوں کے لئے رنج وغم کا سبب ہے وہیں ان کا انتقال جماعت اہل سنت، تبلیغ سیرت بلکہ قوم وملت کا بھی بڑا خسارہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم وملت کے ایسے محسن وسرگرم کارکن بہترین صلہ وبدلہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ انہیں جنتیں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

☆☆☆

☆سکریٹری: آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال، مہتمم: مدینۃ العلوم انسٹی ٹیوٹ توپسیا، کلکتہ